گناہوں سے توبہ کیجئے

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

توبہ کیجئے

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا

پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہم

نام کتاب
گناہوں سے توبہ کیجیے

از افادات
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

مرتب
ڈاکٹر شاہد محمود نقشبندی

پروف ریڈنگ و تخریج
دار التصنیف معہد الفقیر الاسلامی جھنگ

اشاعت اول
جولائی 2005ء

اشاعت اٹھارہ
اکتوبر 2014ء

تعداد
2200

مکتبۃ الفقیر
041-2618003,041-2649680
0300-9652292,0322-8669680
E-Mail : Alfaqeerfsd@yahoo.com

گناہوں سے توبہ کیجیے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ﴾ (الانعام:۱۲۰)

وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی مَقَامٍ اٰخَرَ:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ﴾ (یونس:۲۳)

وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی مَقَامٍ اٰخَرَ:

﴿مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ﴾ (النساء:۱۲۳)

وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی مَقَامٍ اٰخَرَ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ (التحریم:۸)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

گناہ کسے کہتے ہیں؟

اللہ رب العزۃ کے حکم کے خلاف کوئی کام کرنا یا نبی علیہ السلام کی مبارک سنت کے خلاف کرنا یا دین میں کوئی نئی بات پیدا کرنا ''گناہ'' کہلاتا ہے۔ وہ گناہ انسان جسم کے ظاہری اعضاء سے کرے یا باطن سے، مثلاً: حسد، لالچ، بغض، کینہ، جھوٹ، غیبت اور بدخواہی
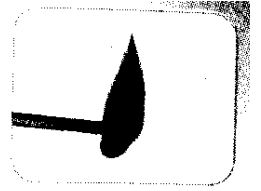
وغیرہ، کھلم کھلا کرے یا چھپ کر کرے، سب کچھ گناہوں میں داخل ہے اور اس کے چھوڑنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ﴾ (الانعام:۱۲۰)

''اور تم ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے گناہ چھوڑ دو۔''

گناہ کی حقیقت:

گناہ کا آغاز مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہوتا ہے اور انجام جہاز کے لنگر کی طرح مضبوط ہوتا ہے۔ شروع میں تو انسان سوچتا ہے کہ ایک دو بار گناہ کر کے پھر چھوڑ دوں گا، مگر آج اور کل کرتے کرتے گناہ کی عادت اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ بعد میں چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ گناہ آکاش بیل کی طرح ہوتا ہے، جو انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کرتا ہے۔ آپ نے بعض درختوں پر پیلی سی بیل دیکھی ہوگی، وہ اس پورے درخت کو اس طرح اپنے قابو میں لے لیتی ہے کہ درخت کی نشوونما رک جاتی ہے۔ اسی طرح گناہ کرتے کرتے انسان کی روحانی نشوونما رک جاتی ہے۔ گناہ کی مثال ناسور کے مانند ہے۔ ناسور اگر رہے تو تکلیف دیتا ہے اور اگر علاج نہ کریں تو وہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ گناہ انسان کے روحانی لباس پر دھبے ہوتے ہیں، جیسے انسان کو ظاہر کے لباس پر دھبہ اچھا نہیں لگتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو روحانی لباس داغدار اچھا نہیں لگتا۔

گناہ کی تاثیر:

ہر چیز کے اندر کوئی نہ کوئی تاثیر ہوتی ہے، گناہ کے اندر یہ تاثیر ہے کہ انسان کو اس سے ندامت ملتی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ دو باتیں لوہے پر لکیر کے مانند ہیں۔ گناہ سے انسان
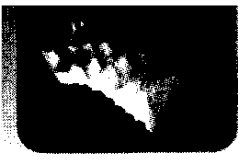
ندامت پاتا ہے اور نیکی سے انسان سلامت پاتا ہے۔ اگر ایک انسان کتنی ہی کامیابی کے ساتھ گناہ کیوں نہ کرے، اسے کوئی سمجھانے والا یا منع کرنے والا نہ ہو، گویا گناہ کے تمام اسباب مہیا ہوں اور وہ من مرضی سے گناہ کرے، پھر بھی گناہ اس شخص کے لیے دنیا و آخرت کی ندامت کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ہمارے اکابر نے فرمایا کہ مؤمن گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے کوئی بچھو ہوتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا، ہر کوئی اسے دیکھ کر ڈر جاتا ہے۔ آپ نے کبھی کسی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا ہوگا جو اپنے ہاتھ میں بچھو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس لیے کہ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا، اس میں زہر ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، بہر حال اس میں ندامت ہوتی ہے۔ ہمارے مشائخ کے نزدیک گناہ انگارے کے مانند ہے۔ انگارہ چھوٹا ہو یا بڑا، ہاتھ لگانے سے ہاتھ کو جلاتا ہے، بلکہ اگر چھوٹے انگارے سے غفلت برتی جائے تو بعض اوقات بھڑک اٹھتا ہے اور آگ لگا دیتا ہے۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"كُلُّ مَانَهَى اللهُ عَنْهُ كَبِيرَةٌ." (شعب الایمان: ۱/ ۴۶۲)

''ہر وہ کام جس کے کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے، وہ کبیرہ گناہ ہے۔''

شیطان کی کوشش:

شیطان انسان کی نگاہوں میں گناہوں کو ہلکا کر کے پیش کرتا ہے۔ یہ اس کا ایک بڑا وار ہے۔ وہ گناہ کے بارے میں دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ

...... یہ گناہ تو اکثر لوگ کرتے ہی رہتے ہیں۔

...... یہ تو ہو ہی جاتا ہے۔

......اس سے بچنا تو بہت مشکل ہے۔
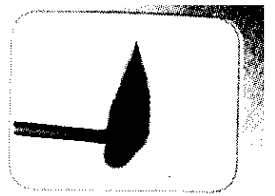
◆ آج کل تو بے پردگی بہت عام ہے، اس لیے نگاہوں کی حفاظت کرنا تو بہت مشکل کام ہے۔

شیطان انسان کی نگاہوں میں ان گناہوں کو اس لیے چھوٹا کر کے پیش کرتا ہے تاکہ وہ کرتا ہی رہے۔ اسی لیے فاسق گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے کوئی مکھی بیٹھی تھی اور اس کو اڑا دیا۔ جب کہ مومن بندہ گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے سر کے اوپر کوئی پہاڑ رکھ دیا گیا ہو۔

بلکہ کئی مرتبہ تو شیطان گناہ کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ﴾ (حم السجدة: ۲۵)

''اور ہم نے (دنیا میں) ان پر کچھ ساتھی مسلط کر دیے ہیں جنہوں نے ان کے آگے پیچھے کے سارے کاموں کو خوشنما بنا دیا تھا، چنانچہ جو دوسرے جنات اور انسان ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے ساتھ مل کر (عذاب کی) بات ان پر بھی سچی ہوئی۔ یقیناً وہ سب خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہیں۔''

چھوٹے گناہ کو چھوٹا نہ سمجھیے!

یہاں پر آ کر سالک کے لیے احتیاط بہت ضروری ہے کہ وہ حکمِ خدا کو حکمِ خدا سمجھے اور وہ اپنے دل میں عظمتِ الٰہی اتنی بٹھائے کہ حکمِ خدا کے خلاف اس کے ذہن میں خیال ہی پیدا نہ ہو۔ اسی لیے کہا گیا ہے:

''لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيرَةً... إِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصَى''

''تم چھوٹے گناہ کو ہرگز چھوٹا نہ سمجھو، اس لیے کہ بڑے بڑے پہاڑ چھوٹے چھوٹے

پتھروں سے مل کر بنتے ہیں۔'' (شعب الایمان: ۹/ ۴۲۳)

جب انسان گناہِ صغیرہ پر اصرار کرتا رہتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لَا صَغِیْرَۃَ مَعَ الْإِصْرَارِ، وَلَا کَبِیْرَۃَ مَعَ الْإِسْتِغْفَارِ.''

''کسی گناہ پر اصرار کرنے سے وہ گناہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار کرنے سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا۔'' (جامع العلوم والحکم: ص ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ﴾ (النور: ۱۵)

''اور اس بات کو معمولی سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی سنگین بات تھی۔''

مقامِ عبرت:

بنی اسرائیل میں ایک راہب تھے۔ ان کا نام داموس تھا۔ ان کے علاقے میں خشک پہاڑ تھے۔ ان پر سبزے کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے گھر سے باہر نکلے تو ان کی نظر پہاڑ پر پڑی۔ دل میں خیال آیا کہ اگر یہاں آبشاریں ہوتیں، مرغزاریں ہوتیں، درخت ہوتے تو کتنا اچھا منظر دکھائی دیتا......!! اب اگرچہ انہوں نے اپنے دل ودماغ میں یہ بات سوچی تھی، مگر جو زیادہ مقرب ہوتے ہیں، ان کی چھوٹی باتوں پر بھی پکڑ آجاتی ہے، چنانچہ ان پر اللہ رب العزۃ کی طرف سے عتاب نازل ہوا اور دل میں یہ بات القاء ہوئی:

''اب تم نے بندگی چھوڑ دی اور ہمارے مشیر بن گئے، اب تمہیں ہماری تخلیق میں نقص نظر آتا ہے۔''

بس اس بات کے دل میں القاء ہونے پر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ یہ تو آدابِ بندگی کے خلاف ہے۔ انہوں نے یہ سوچ کر رونا شروع کر دیا کہ میں نے ایسا کیوں
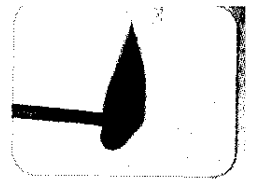
سوچا......؟ یہ بھی اللہ رب العزۃ کی طرف سے توفیق ہوتی ہے کہ فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے......اچھا! غلطی کا احساس ہونے پر انہوں نے یہ نیت کر لی کہ جب تک مجھے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اشارہ نہیں مل جائے گا کہ میری غلطی کو معاف کر دیا گیا ہے، میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا، نہ ہی پیوں گا اور یوں اپنے نفس کو سزا دوں گا۔

ایک مرتبہ بستی والوں کے ہاں کوئی تقریب تھی، حضرت داموس رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے گزر رہے تھے، کسی نے دیکھا کہ اتنے بڑے بزرگ گزر رہے ہیں تو کہا: جی کھانے کے لیے تشریف لائیے۔ انہوں نے فرمایا: میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس نے کہا: رات کے وقت تو روزہ نہیں ہوتا۔ انہوں نے فرمایا: روزے کی بات نہیں ہے، میں نے کھانا نہیں ہے۔ کچھ لوگ لسوڑھے کے مانند ہوتے ہیں اور وہ چمٹ جاتے ہیں۔ وہ اگلے بندے کی مجبوری کو سمجھنے کے بجائے اپنے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کچھ بندوں نے کہا: نہیں حضرت! آپ ضرور تشریف لائیں۔ اب اُدھر سے اصرار اور اِدھر سے انکار۔ بالآخر ان میں سے کسی ایک نے کہا: آپ یہ تو بتائیں کہ آپ نے کھانا پینا بند کیوں کیا ہے؟ اب انہوں نے صاف صاف بات بتا دی اور کہا کہ میں نے اس وجہ سے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ وہ عوام الناس تھے، اس بات کو کیسے سمجھتے؟ لہٰذا وہ ہنس کر کہنے لگے: بھلا یہ بھی کوئی بات ہے؟ حتیٰ کہ ان سب نے مل کر کہا: جناب! آپ کے اس گناہ پر جو عذاب ہوگا وہ ہم سب مل کر تقسیم کر لیں گے، آپ کھانا کھائیں۔ جیسے ہی انہوں نے یہ الفاظ کہے تو داموس رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں فوراً الہام ہوا کہ اے میرے پیارے! یہ لوگ عذاب کو اتنا ہلکا سمجھ رہے ہیں، لہٰذا آپ اس بستی کو فوراً چھوڑ دیجیے، ان سب کو ابھی ہلاک کر دیا جائے گا۔

اللہ اکبر......! یوں بندہ اپنی اوقات بھول جاتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ پروردگار کی پکڑ پھر کیسے ہوتی ہے......!

خطرے کی بات:

جب انسان کسی گناہ کو ہلکا سمجھنا شروع کر دے تو یہ بڑی خطرے کی بات ہوتی ہے، بلکہ مشائخ نے کہا کہ جس گناہ کو لوگ ہلکا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بڑا ہوتا ہے۔

❁ ...... ہلال بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے دوست! یہ نہ دیکھنا کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا، بلکہ اس ذات کی عظمت کو سامنے رکھنا جس کی تم نافرمانی کر رہے ہو۔

(الجواب الکافی: ص ۳۴)

❁ ...... ایک بزرگ فرماتے تھے کہ اللہ رب العزۃ نے میرے دل میں القاء فرمایا کہ میرے بندوں سے کہہ دو کہ یہ گناہ کرتے وقت باقی مخلوق سے پردہ کر لیتے ہیں اور ان تمام دروازوں کو بند کر دیتے ہیں جن سے مخلوق دیکھتی ہے، لیکن اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں، کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے یہ سب سے کم درجے کا مجھے سمجھتے ہیں؟

❁ ...... ''اکمال الشیم'' میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ اگر اللہ رب العزۃ کے عدل وانصاف سے مڈبھیڑ ہوئی تو کوئی بھی گناہ صغیرہ نہیں اور اگر اس کے فضل کا سامنا ہوا تو کوئی بھی گناہ کبیرہ نہیں۔ لہٰذا میرے دوستو! اگر اللہ رب العزۃ فضل فرما دیں تو پھر چاہے جس گناہ کو معاف فرما دے، لیکن اگر عدل فرمائیں گے تو پھر معاملہ مشکل بن جائے گا۔

جفا نہ کیا کرو:

ایک بزرگ اپنے سالکین کو بار بار فرمایا کرتے تھے کہ جفا نہ کیا کرو، اور ''جفا'' کہتے ہیں بے وفائی کو۔ کسی سالک نے پوچھا: حضرت! بے وفائی سے کیا مراد ہے؟ وہ فرمانے لگے: بے وفائی تین طرح کی ہوتی ہے: اللہ رب العزۃ سے بے وفائی، مخلوق سے بے وفائی
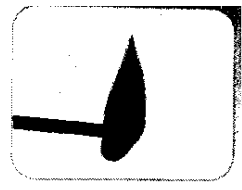
اور اپنے آپ سے بے وفائی۔ پھر وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، اب وہی ہمیں رزق اور باقی نعمتیں دیتا ہے۔ اگر ہم اسی کا دیا ہوا کھا کر کسی اور کو اس کے ساتھ شریک بنائیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی ہوگی...... پھر فرمایا کہ لوگوں کو ایذا پہنچانا مخلوق کے ساتھ بے وفائی ہے، اس لیے مخلوق کا دل نہیں دکھانا چاہیے...... پھر فرمایا کہ اللہ رب العزۃ کے حکم کو توڑنا اور گناہ کرنا، یہ اپنے آپ کے ساتھ بے وفائی ہے، اس لیے کہ اس طرح انسان اپنے آپ کو جہنم میں جانے کے قابل بنالیتا ہے۔

عالمِ مثال میں انسانوں کی شکلیں:

سچی بات تو یہ ہے کہ اگر گناہوں کے اندر بدبو ہوتی تو ہم کسی محفل میں بیٹھنے کے قابل نہ ہوتے۔ یہ اللہ رب العزۃ کی ستاری ہے کہ اس کے صدقے ہم آج عزتوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اسی لیے ایک بزرگ فرماتے تھے: اے دوست! جس نے تیری تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی، جس نے تجھے چھپایا ہوا ہے...... یقیناً اگر وہ حقیقت کھول دیتا تو ہم چہرہ دکھانے کے قابل بھی نہ ہوتے۔ انسان کی ایک تو ظاہری شکل ہوتی ہے اور ایک شکل عالمِ مثال میں ہوتی ہے۔ بندہ جس طرح کے اعمال کرتا ہے ویسی ہی اس کی شکل ہوتی ہے۔ اگر جانوروں والے اعمال کرتا ہے تو اس کی شکل جانوروں جیسی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر:

- جس میں حرص زیادہ ہوتی ہے اس کی شکل عالمِ مثال میں کتے کے مانند ہوتی ہے، اس لیے کہ کتا حریص ہوتا ہے۔
- جس میں بے حیائی زیادہ ہوتی ہے اس کی شکل خنزیر کے مانند ہوتی ہے، کیونکہ خنزیر میں بے شرمی اور بے حیائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔
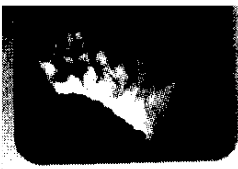
◆ جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذا پہنچاتا ہو اور دل دکھاتا ہو، اس کی مثال بچھو کے مانند ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور ان کے جانشین تھے۔ وہ خود بھی بڑے محدث تھے اور ان کے شاگرد بھی وقت کے اکابر میں سے بنے۔ اللہ رب العزۃ نے ان سے دین کا بہت زیادہ کام لیا۔ ایک وقت تھا جب پاک و ہند میں ان کا فتویٰ چلا کرتا تھا۔ دہلی کی جامع مسجد سے چند ہی کلومیٹر کے فاصلے پر ان کا مدرسہ اور گھر تھا۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنائی ہوئی تھی، جسے ''مسجدِ بیت'' کہتے ہیں۔ تعلیم وتعلّم کی مصروفیت کی وجہ سے وہ اکثر نمازیں وہیں پڑھا کرتے تھے، البتہ جمعۃ المبارک کی نماز جامع مسجد میں جا کر پڑھا کرتے تھے۔ ان کے مریدین ان کی زیارت کے لیے تڑپتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ حسن وجمال عطا فرمایا تھا۔ ان کا چہرہ ایسا منور تھا کہ لوگ دیکھنے کو ترسا کرتے تھے۔ عام دنوں میں ان کی تعلیمی مصروفیت کی وجہ سے ان سے ملاقات نہ ہوسکتی تھی، البتہ جب وہ جمعہ کی نماز کے لیے جاتے تو اس وقت لوگ راستوں میں کھڑے ہو کر ان کا دیدار کیا کرتے تھے۔ ان کے خادم کا نام فصیح الدین تھا، وہ حضرت کو جمعہ پڑھانے کے لیے لے جایا کرتا تھا۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعہ پڑھنے جاتے تو بازار سے گزرتے ہوئے اپنے چہرے کے اوپر گھونگھٹ کی طرح رومال ڈال لیتے۔ اب دیکھنے والوں کو چہرہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ لوگ ان کے خادم سے کہتے کہ ہم تو دیدار سے بھی محروم ہو جاتے ہیں...... خادم اگر پرانے ہوں تو پھر بعض اوقات بے تکلفی بھی ہو جاتی ہے......
چنانچہ ایک دن فصیح الدین نے موقع پا کر عرض کیا: حضرت! سارا ہفتہ تو لوگ ویسے ہی انتظار میں رہتے ہیں اور جب آپ جمعہ کے لیے جاتے ہیں تو چہرے پر رومال ڈال کر ان
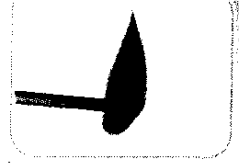
کو دیدار سے محروم کر دیتے ہیں۔ حضرت بھی چل رہے تھے اور وہ بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جب اس نے بات کی تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا رومال اتار کر فصیح الدین کے سر پر رکھ دیا۔ تھوڑی سی دیر کے بعد وہ غش کھا کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کو زمین سے اٹھایا اور جب ہوش آیا تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا بنا؟ وہ کہنے لگا کہ جیسے ہی شاہ صاحب نے اپنا رومال میرے سر پر ڈالا تو مجھے بھرے بازار کے اندر انسان تو تھوڑے نظر آئے، لیکن کتے، بلے اور خنزیر زیادہ چلتے نظر آئے۔ ان کی اندر کی شکلیں اس کو کشف کی صورت میں نظر آ گئیں۔ یہ تو اللہ رب العزۃ کا احسان اور کرم ہے کہ اس پروردگار نے گناہوں میں بدبو نہیں بنائی، جس کی وجہ سے ہم آج آرام سے محفلوں میں بیٹھ کر زندگی گزارتے ہیں۔

جاہل اور اجہل میں فرق:

دنیا کی معمولی سی لذتوں یا چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی خاطر گناہوں کا مرتکب ہو جانا بہت نقصان کی بات ہے۔ عام طور پر بندہ یا تو لذت کی خاطر گناہ کرتا ہے یا ضرورت کی خاطر گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں۔ ایک دفعہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: بتاؤ! جاہل کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت! جو بندہ اپنی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ کر بیٹھے، اسے جاہل کہتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں آپ کو بتاؤں کہ اجہل (اس سے بھی بڑا جاہل) کون ہے؟ انہوں نے کہا: جی حضرت! ضرور بتایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو انسان دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت تباہ کر بیٹھے اسے اجہل کہتے ہیں۔
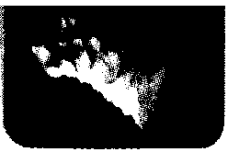
گناہوں کے نقصانات کا علم:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عالم شخص وہ ہوتا ہے جس پر گناہوں کے نقصانات اچھی طرح واضح ہو جائیں۔ گویا جو شخص گناہوں کے نقصانات سے جتنا زیادہ واقف ہو گا وہ اتنا ہی بڑا عالم ہو گا...... یہ بات بہت کام کی ہے...... وجہ یہ ہے کہ جب انسان کسی چیز کے نقصانات سے واقف ہو تو وہ اس سے بچتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے۔

مثال کے طور پر......:

1. انسان زہر کے نقصانات سے واقف ہوتا ہے، اس لیے وہ اس سے بچتا ہے۔ اگر اسے یہ بتا دیا جائے کہ آپ کے سامنے جو ایک ہزار بسکٹ پڑے ہیں، ان میں سے نو سو ننانوے بالکل ٹھیک ہیں، صرف ایک بسکٹ میں زہر ہے، آپ کھا لیجیے، تو کیا وہ اسے کھا لے گا؟ وہ انسان اسے کھانے کے لیے بالکل تیار نہیں ہو گا۔ وہ کہے گا کہ کیا پتہ جس کو میں کھا رہا ہوں اسی میں زہر ہو؟ چونکہ ہمیں پتہ ہے کہ زہر کے کھا لینے سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے، اس لیے نہیں کھاتے، لیکن ایک بچہ جو اس سے واقف نہیں ہے، اس بچے کو ایک بسکٹ پکڑائیں اور اس سے کہیں کہ یہ زہر والا ہے، تم کھا لو، تو وہ بچہ اسے منہ میں ڈال لے گا۔ اس لیے کہ وہ اس کے نقصان سے واقف نہیں ہے۔ اس مثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب انسان کسی چیز کے نقصان سے واقف ہوتا ہے تو وہ اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا اور ہر ممکن طریقے سے بچتا ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ مجھے نقصان ہو جائے گا۔

2. اسی طرح ہم سانپ کے نقصان سے واقف ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو پتہ ہے کہ اگر سانپ کاٹ لے تو انسان مر جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی پلاسٹک کا بنا ہوا سانپ بھی دکھا دے تو لوگ ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ بڑا سانپ تو کیا، اگر سانپ کا کوئی چھوٹا سا بچہ بھی
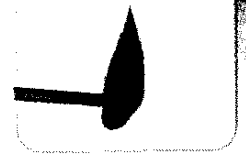
کسی گھر میں نظر آجائے تو عورتیں شور مچادیتی ہیں۔ جب تک اس کو مار نہ لیا جائے تب تک وہ چین سے نہیں بیٹھتیں۔ وہ کہتی ہیں کہ چونکہ گھر میں بچے ہیں اس لیے اس کو مارنا ضروری ہے۔ چونکہ ہم سانپ کے نقصانات سے واقف ہیں، اس لیے اس کا وجود اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتے۔

(3) ہم جانتے ہیں کہ بعض لوگ رات کو ڈاکے ڈالتے ہیں، وہ لوگوں کے گھروں کو لوٹ بھی لیتے ہیں اور بعض اوقات ان کو جان سے بھی مار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ کئی درندہ صفت ڈاکو عزتیں بھی خراب کر دیتے ہیں۔ اس لیے بندے کے دماغ میں ڈاکوؤں کا ایک ڈر سا رہتا ہے۔ اگر کوئی بھی ناواقف بندہ رات کے وقت آپ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو آپ کبھی کھولنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ آپ اسے کہیں گے کہ پہلے اپنا تعارف کراؤ۔ جب تک آپ اس کا مکمل تعارف نہیں کر لیتے اس وقت تک اس اجنبی آدمی کے لیے دروازہ نہیں کھولتے۔ اگر وہ کہے کہ باہر سردی ہے، دروازہ جلدی کھولو تو آپ کہیں گے کہ میں دروازہ نہیں کھول سکتا۔ اگر وہ آپ کی منت سماجت بھی کرے گا تو آپ اس کے لیے دروازہ نہیں کھولیں گے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ ڈاکو ہی ہو۔ چونکہ آپ ڈاکو کے نقصانات سے واقف ہیں، اس لیے آپ اجنبی شخص کے لیے اپنے گھر کا دروازہ رات کے وقت نہیں کھولیں گے۔

جب یہ مثالیں سمجھ میں آگئیں تو یہ باتیں بھی ذہن میں رکھیے کہ......

✲ ......نفس کی خواہش ہمارے لیے زہر کے مانند ہے۔ نفس ہمارے من میں گناہوں کے جو جو خیالات پیدا کرتا ہے وہ زہر کے مانند ہیں۔ جس طرح انسان زہر سے بچتا ہے اسی طرح وہ نفس کے ان زہریلے خیالات سے بھی بچتا ہے، جو اسے گناہ پر برانگیختہ کرتے ہیں۔ جس طرح انسان زہریلے بسکٹ کی دعوت قبول نہیں کرتا اسی طرح گناہوں کے

جو بسکٹ نفس پیش کرتا ہے کہ یہ بھی کرلو، یہ بھی کرلو، تو آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس کی بھی وہ بات قبول نہ کرے، وہ یہی سوچے کہ اس خواہش کے پورا کرنے میں زہر ہے، لہٰذا اگر میں پوری کروں گا تو روحانی موت مرجاؤں گا۔

✿......اسی طرح برے دوست کی مثال سانپ کی طرح ہوتی ہے، اسی لیے ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ ''یارِ بد'' ''مارِ بد'' سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے، یعنی برا دوست سانپ سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اگر مارِ بد (سانپ) کاٹ لے تو انسان کی جسمانی موت واقع ہوجاتی ہے اور اگر یارِ بد (برادوست) کاٹ لے تو انسان کی روحانی موت واقع ہوجاتی ہے...... عاجز تو یہاں تک کہتا ہے کہ برا دوست شیطان سے بھی زیادہ برا ہے۔ وہ اس لیے کہ شیطان انسان کے دل میں فقط گناہ کا ارادہ یا خیال ڈالتا ہے، مجبور نہیں کرتا، لیکن برا دوست نہ صرف گناہ کا خیال ہی دل میں ڈالتا ہے، بلکہ ہاتھ پکڑ کر انسان سے گناہ بھی کروالیتا ہے۔ تو برا دوست سانپ اور شیطان دونوں سے زیادہ برا ہوتا ہے۔

✿......چونکہ ہم ڈاکو کے نقصانات سے واقف ہوتے ہیں، اس لیے اس کے کہنے پر گھر کا دروازہ نہیں کھولتے۔ شیطان کی مثال ہمارے لیے ایمان کے ڈاکو کے مانند ہے۔ جیسے ڈاکو موقع کی تلاش میں ہوتا ہے کہ میں اس کے گھر میں ایسے وقت میں پہنچوں جب میں گھر کا صفایا کردوں اور اسے پتہ ہی نہ چلے۔ شیطان بھی اسی انتظار میں ہوتا ہے۔ وہ ابنِ آدم کے قلب کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب وہ بندے کو ذکر کرتا دیکھتا ہے تو وہ پیچھے ہٹا رہتا ہے اور جیسے ہی وہ اس کو غافل پاتا ہے تو اسی وقت قلب کے اندر اپنے وار کرنا شروع کردیتا ہے۔ جب ہم شیطان کے نقصانات سے واقف ہوں گے تو پھر ہم شیطانی وساوس کے لیے اپنے دل کے دروازے نہیں کھولیں گے، بلکہ دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ
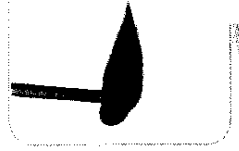
کی یاد رکھیں گے، تاکہ ہم شیطان کے وساوس سے بچ سکیں۔

پتہ چلا کہ ہم گناہوں کے نقصانات سے جتنا زیادہ وقف ہوں گے اتنا ان سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

ہم نے ڈاکٹر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اگر ان کو چربی والے کھانے یا پراٹھے دیے جائیں تو وہ ان کو کھانے سے پرہیز کرتے ہیں، حالانکہ ان کو کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ اگر کوئی پوچھے کہ کیوں نہیں کھاتے؟ تو وہ کہتے ہیں: ہمیں اس کے نقصانات کا پتہ ہے۔ اور جس بندے کو اس کے نقصانات کا پتہ نہیں ہوتا کہ اس سے دل کی شریانیں بند ہوجاتی ہیں وہ صبح، دوپہر، شام پراٹھے کھاتا ہے۔ وہ خوب چپلی کباب کھاتا ہے، خواہ دل کی شریانیں بند ہی ہوجائیں......

اسی طرح ڈاکٹر جب دوسرے ممالک میں جاتے ہیں تو نلکے کا پانی بھی نہیں پیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں کئی بیماریوں کے جراثیم ہوتے ہیں، جن سے معدہ خراب ہوجاتا ہے، لہٰذا ہم تو بوتل کا صاف پانی پییں گے...... حتیٰ کہ ڈاکٹر جب ہسپتال میں مریضوں کے پاس جاتے ہیں تو دستانے بھی پہنتے ہیں اور ناک پر ماسک بھی لگاتے ہیں۔ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ بیمار کے قریب رہ رہ کر کون سی بیماری دوسرے کو لگ سکتی ہے، لہٰذا وہ احتیاط کرتے ہیں۔

کھمبے سے بجلی کی تار جا رہی ہو اور آپ کسی الیکٹریکل انجینئر سے کہیں کہ جناب! ذرا اس کو ہاتھ تو لگائیں، تو وہ کہے گا: جناب! میں بے وقوف نہیں ہوں۔ اگر کہیں کہ ایک ہی دفعہ ہاتھ لگا دیں تو وہ کہے گا: بجلی ایک دفعہ بھی معاف نہیں کرتی، وہ پہلی دفعہ ہی پکڑ لیتی ہے۔ انجینئر تو سمجھتا ہے کہ اس کے اندر وولٹیج ہے اور اس سے جان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، لیکن عام آدمی دھوکہ کھا جائے گا، کیونکہ اسے نظر نہیں آ رہا ہوتا۔ اسی طرح عام آدمی چونکہ گناہوں کے نقصانات سے واقف نہیں ہوتا، اس لیے وہ پرہیز نہیں کرتا، لیکن عالم سمجھتا ہے کہ گناہوں میں ایسی نحوست ہے اور ان کے مرتکب ہونے سے انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہو
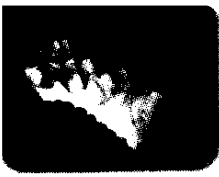
جاتا ہے، اس لیے وہ گناہوں کے قریب نہیں جاتا۔

علم کے باوجود گمراہی:

جس انسان کے نزدیک نیکی اور گناہ میں فرق ہی نہیں ہوتا وہ ایک طرف گناہ بھی کر رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف تسبیح بھی پھیر رہا ہوتا ہے، اس کے پاس علم ہے ہی نہیں۔ اور اگر علم ہے تو وہ علمِ نافع سے محروم ہے۔ قرآن عظیم الشان میں ہے:

﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ (الجاثیۃ: ۲۳)

''پھر کیا تم نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہے اور علم کے باوجود اللہ نے اسے گمراہی میں ڈال دیا ہے۔''

علم کے باوجود گمراہی کا کیا مطلب......؟

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کچھ لوگوں کو سگریٹ پینے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ......سگریٹ نوشی مضرِ صحت ہے......حتیٰ کہ بنانے والی کمپنی بھی لکھ دیتی ہے کہ سگریٹ نوشی مضرِ صحت ہے...... پینے والا بھی لوگوں کو کہتا ہے کہ ہم تو پیتے ہیں، تم نہ پینا......معلوم ہوا کہ وہ اس کے نقصانات کو جانتا ہے، مگر پھر بھی پیتا ہے۔ کھانا کھا کر اس کی طبیعت میں ایسی طلب اٹھتی ہے کہ وہ پھر سگریٹ پیتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں: علم کے باوجود گمراہ ہونا۔

اسی طرح انسان جانتا ہے کہ غیر محرم کو دیکھنا گناہِ کبیرہ ہے، مگر اس کی نگاہیں قابو میں نہیں ہوتیں۔ وہ بیمار ہوتا ہے، اس کا اپنے اوپر بس نہیں چلتا، اس کا نفس اس گھوڑے کی طرح بے قابو ہوتا ہے جو اپنے سوار کی بات نہیں مانتا اور بھاگتا ہی رہتا ہے۔ جس انسان کو علمِ نافع نصیب ہو جائے اور وہ گناہوں کے نقصانات کو اچھی طرح پہچان لے وہ آدمی پھر گناہوں کے قریب بھی نہیں جاتا اور ہر ممکن طریقے سے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

نیکی اور گناہ میں فرق:

نیکی اور گناہ کا وہی فرق ہے جو روشنی اور اندھیرے کا ہوتا ہے۔ اگر کسی جگہ اندھیرا ہو تو وہاں انسان کو سانپ اور بچھو نظر ہی نہیں آتے اور وہ ان سے بچ نہیں سکتا۔ جیسے ہی روشنی آتی ہے سانپ بچھو کا پتہ چل جاتا ہے۔ اول تو وہ خود بھاگ جاتے ہیں، ورنہ انسان ان کو مار دیتا ہے۔ اسی طرح جس انسان کے پاس علم کا نور ہوتا ہے اس نور کے آتے ہی گناہوں کے سانپ بچھو اس کے سامنے واضح ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ انسان ان سانپ بچھوؤں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

نورِ قلبی کی حفاظت:

یہ ایک موٹی سی بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ عام لوگوں میں اور اولیاء اللہ میں بنیادی فرق گناہوں سے بچنے کا ہے۔ ہم عام لوگ تو کبھی کبھی ایسی نیکیاں کر لیتے ہیں جیسی بڑے بڑے اولیاء اللہ کرتے ہیں...... خوب رجوع الی اللہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور دل میں نور آ جاتا ہے، مگر جب مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو گھر پہنچنے سے پہلے پہلے جتنا نور آیا تھا سب ختم ہو جاتا ہے...... جیسے کچا گھڑا ہوتا ہے، اگر اس میں پانی ڈال دیں تو چند گھنٹوں کے بعد وہ خالی ہو جاتا ہے، کیونکہ اس میں سے پانی قطرہ قطرہ کر کے ٹپکتا رہتا ہے۔ اسی طرح ہمارا حال ہوتا ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر عبادت کر لی تو دل میں نور بھر گیا، لیکن جیسے ہی مسجد سے باہر گئے اور لوگوں سے ملے تو دوسروں کی غیبت کرنے کی وجہ سے اور بد نظری وغیرہ کی وجہ سے وہ نور ٹپکنا شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح ہم اس نور کو ضائع کر بیٹھتے ہیں، اس کی حفاظت نہیں کرتے۔

میں نے خود ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک بیت الخلاء میں بالٹی پڑی تھی۔ اس کے اوپر والی
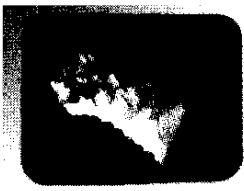
ٹونٹی بند تھی، مگر لیک تھی اور اس میں سے ایک ایک قطرہ پانی ٹپک رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد پوری بالٹی بھر گئی۔ وہاں ایک لوٹا بھی رکھا ہوا تھا اور وہ ٹونٹی کے قریب سے پھٹا ہوا تھا۔ اس کو بھرنے کے لیے ٹونٹی کھولی تو وہ بھرتا ہی نہیں تھا۔ میں دونوں چیزوں کو دیکھ کر حیران ہوا کہ بالٹی کے اندر کوئی سوراخ نہیں ہے اور اوپر بند ٹونٹی سے ایک ایک قطرہ پانی ٹپک رہا ہے، مگر چونکہ پانی محفوظ ہو رہا ہے، اس لیے تھوڑی دیر کے بعد پوری بالٹی بھر گئی اور جس لوٹے میں سوراخ تھا، اس کے اوپر ہم نے ٹونٹی پوری کھول دی، مگر وہ بھرا ہی نہیں...... یہی مثال ہماری اور ایک ولی کی ہوتی ہے۔ ہم لوگ اس لوٹے کے مانند ہیں جس میں سوراخ تھا۔ اس لیے جتنا نور بھی اندر آتا ہے وہ ضائع ہوتا رہتا ہے اور اللہ کے ولی کی مثال اس بالٹی کے مانند ہے، ان کے اندر قطرہ قطرہ نور بھی آئے تو وہ اس نور کو محفوظ کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے دل کی بالٹی نور سے بھری رہتی ہے۔

گناہوں سے بچنے کا مقام:

ہمارے اس سلوک میں لمبی چوڑی نیکیوں اور نفلی عبادتوں کا اتنا مقام نہیں جتنا مقام گناہوں سے بچنے کا ہے۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھیے کہ دو بندے ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی تو دن رات تسبیح کا کسبی بنا ہوا ہے، لمبے لمبے نفل، لمبی عبادتیں اور ذکر اذکار اور پتہ نہیں کیا کچھ نیکیاں کر رہا ہے، مگر ساتھ ہی گناہوں کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے، نہ آنکھ قابو میں آتی ہے اور نہ زبان قابو میں۔ گویا اگر نیکیاں زیادہ کر رہا ہے تو گناہ بھی زیادہ کر رہا ہے۔ اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا سالک ہے، جو لمبے چوڑے ورد وظیفے تو نہیں کرتا، مگر کم از کم گناہوں سے بچتا ہے۔ وہ اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ میرے ہاتھ پاؤں، دل ودماغ اور میرے جسم کے کسی بھی عضو سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ
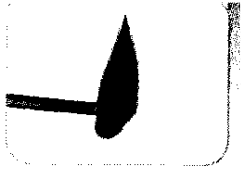
گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنے والا اس لمبے چوڑے وظیفے کرنے والے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ لمبے چوڑے ورد وظیفے کرنے والا ''اوپر سے لا الہ، اندر سے کالی بلا'' کا مصداق بن چکا ہوتا ہے۔

گناہوں سے بچنے کا انعام:

شریعتِ مطہرہ میں اس بات کو پسند کیا گیا ہے کہ انسان لمبی عبادتیں کرنے کے بجائے گناہوں سے زیادہ بچے، مثلاً: ایک آدمی تہجد نہیں پڑھتا، لمبے لمبے اذکار نہیں کرتا، نفلی روزے نہیں رکھتا، بھلے نفل اعمال کچھ نہ کرے، مگر گناہوں سے بچے تو وہ اللہ کا ولی بن جاتا ہے، کیونکہ اس کی زندگی میں معصیت نہیں ہے...... ہمارے سلسلے میں بھی گناہوں سے بچنا سکھایا جاتا ہے...... ہمیں اس بات پر نظر رکھنی چاہیے کہ ہمارے وجود سے کوئی بھی کام شریعت کے خلاف صادر نہ ہو۔ ہم اپنے علم اور ارادے سے کوئی گناہ نہ کریں۔ اگر یہ بات آپ نے پالی تو سمجھ لیجیے کہ آپ کو ولایت کا مقام حاصل ہو گیا ہے۔ یاد رکھیں کہ ولایت کے لیے......

- ہوا میں اڑنا شرط نہیں
- پانی پر چلنا شرط نہیں
- کوئی کرامت کے واقعات کا پیش آجانا شرط نہیں

بلکہ ولی اس کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو گناہوں سے بچا لیتا ہو۔ قرآن مجید نے ان الفاظ میں کہہ دیا:

﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ (یونس: ۶۳)

''یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیے رہے۔''
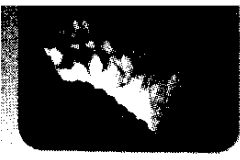
یہ بھی یاد رکھیں کہ تقویٰ کچھ کرنے کا نام نہیں، بلکہ گناہ نہ کرنے کا نام ہے، یعنی وہ باتیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان کو نہ کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ موٹے الفاظ میں سمجھ لیجیے کہ تقویٰ یہ ہے کہ آپ ہر اس کام سے بچیں جس کو کرنے سے کل قیامت کے دن کوئی آپ کا گریبان پکڑنے والا ہو۔ لہٰذا اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا لمبی لمبی نفلی عبادتیں کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ اب ایک آدمی لمبی لمبی عبادتیں کرتا ہے، مگر ساتھ ساتھ غیبت بھی کرتا ہے اور لوگوں کا دل بھی دکھاتا ہے تو وہ بے چارہ تو فقیر ہے۔ کل قیامت کے دن جب وہ پیش ہوگا تو یہ حق والے اس کی ساری عبادتیں لے کر چلے جائیں گے، بلکہ ان کے گناہ الٹا اس کے سر پر رکھ دیے جائیں گے۔ حکماء کا مشہور قول ہے:

"اَلْوِقَایَۃُ خَیْرٌ مِّنَ الْعِلَاجِ." (نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم)

"پرہیز علاج سے بہتر ہے۔"

ایک آدمی کو نزلہ زکام ہو، وہ دوائی بھی کھائے اور ساتھ ساتھ آئس کریم بھی کھائے تو اس کی بیماری ٹھیک نہیں ہوگی۔ ڈاکٹر کہیں گے: پہلے پرہیز کرو، تب دوائی فائدہ دے گی۔ اسی لیے مشائخ کہتے ہیں کہ گناہوں سے پہلے بچو، تب ذکر اذکار کا فائدہ ہوگا۔

آج کا عنوان بھی یہی ہے کہ ہم اپنے جسم کو گناہوں سے بچائیں اور اللہ رب العزۃ کی نافرمانی نہ کریں۔ اس بات پر ہماری ہر وقت نظر رہے کہ ہم کسی گناہ کا بھی ارتکاب نہ کریں۔ ہم صبح اٹھیں تو دل میں یہ نیت ہو کہ میں نے آج کوئی گناہ نہیں کرنا۔ پھر صبح سے شام تک اس کوشش میں لگے رہیں کہ

- آنکھ سے کوئی گناہ نہ ہو
- زبان سے کوئی گناہ نہ ہو
- کان سے کوئی گناہ نہ ہو

- شرمگاہ سے کوئی گناہ نہ ہو
- ہاتھ پاؤں سے کوئی گناہ نہ ہو

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ کے بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک بڑی ہی پیاری بات لکھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس بندے نے کوئی دن گناہوں کے بغیر گزارا ایسا ہی ہے کہ جیسے اس نے وہ دن نبی علیہ السلام کی معیت میں گزارا...... سبحان اللہ......! اس لیے آپ روزانہ اٹھ کر صبح کو اللہ سے دعائیں مانگا کریں کہ اے مالک! میں آج کا دن ایسا گزارنا چاہتا ہوں کہ تیرے حکم کی نافرمانی نہ ہو۔ اس کو تمنا بنا کر مانگیں۔ اگر کوئی ایک دن بھی ہماری زندگی میں ایسا ہوا تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ اس دن کی برکت سے قیامت کے دن ہم پر اللہ کی رحمت ہو جائے گی۔

گناہوں کے ترک کرنے سے اللہ رب العزۃ کا قرب زیادہ جلدی نصیب ہوتا ہے۔ ایک بات یاد رکھیے کہ جو شخص اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے، اللہ رب العزۃ اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور اسے صدیقین میں شامل فرما دیتے ہیں۔ ایسے گناہ جو لاعلمی میں ہو جائیں یا بغیر ارادے کے ہو جائیں، وہ بہت جلدی معاف ہو جاتے ہیں۔ البتہ نقصان دہ گناہ وہ ہوتا ہے جو سوچ سمجھ کر کیا جائے۔ تاہم جیسے ہی گناہ سرزد ہو توبہ میں دیر نہ کی جائے۔ اس لیے جب کوئی مؤمن گناہ کرتا ہے تو وہ غفلت کی وجہ سے کرتا ہے اور اس وقت اس کی عقل پر پردہ پڑ چکا ہوتا ہے۔

گناہ سے نفرت، ایمان کی سلامتی کی دلیل ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ (الحجرات:۷)
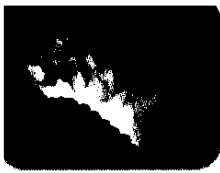
''اور تمہارے اندر کفر کی اور گناہوں کی اور نافرمانی کی نفرت بٹھادی ہے۔''

جتنا زیادہ ایمان بڑھتا جائے گا اتنی ہی فسق و فجور سے کراہت بڑھتی جائے گی۔ اگر گناہ کر بیٹھے گا تو اس لیے کہ اس وقت اس کے اوپر غفلت کا پردہ پڑ گیا ہوگا۔ اس لیے مؤمن جب غلبۂ حال کی وجہ سے گناہ کر بیٹھتا ہے تو کرنے کے بعد اس کے دل کو بڑا دکھ اور ندامت ہوتی ہے، پھر وہ ہمیشہ اپنے آپ کو کوستا رہتا ہے کہ اوہو! میں کیا کر بیٹھا!؟ گناہ کرنے سے پہلے غفلت کا پردہ تھا اور کرتے ہی اپنی اصلیت سامنے آجاتی ہے اور وہ افسوس کرتا ہے کہ مجھے تو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اور یاد رکھیں کہ گناہ کے بعد ندامت محسوس کرنا اور دل کے اندر بوجھ اور بے قراری محسوس کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس بندے کے اندر ایمان سلامت ہے۔

حقیقی جوانمرد:

ایک دانا کا قول ہے کہ نیکی تو ہر کس و ناکس کر لیتا ہے، جوانمرد تو وہ ہے جو گناہ کرنا چھوڑ دے۔ اور جو آدمی من چاہی چھوڑ کر رب چاہی زندگی اختیار کرنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کے ایام کو گناہوں سے خالی کر لے۔ اس کے لیے وہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ وہ اس کوشش کے باوجود گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ پھر جب روزانہ بچنے کی کوشش کرتا رہے گا تو پہلے کی نسبت دن میں کم گناہ کرے گا۔ پھر اگلے دن اس سے بھی کم گناہ کرے گا۔ پھر ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ اس کا پورا دن گناہوں کے بغیر گزر جاتا ہے۔ پھر اسی طرح اگلا دن گزرتا ہے۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ گناہوں سے محفوظ فرما کر ایسی زندگی عطا کر دیتے ہیں کہ انسان گناہوں کی دلدل سے بچ نکلتا ہے۔ ہمارے دل کی ایک تڑپ اور تمنا ہونی چاہیے کہ اے مالک! ہمیں بھی ایسی سچی اور سُچی
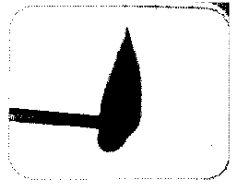
زندگی نصیب فرمادے۔ (آمین)

ترکِ معصیت اعمالِ طاعات پر فضیلت رکھتی ہے۔ یہ ایک بنیادی نکتہ ذہن میں بٹھانا تھا کہ ترکِ معصیت پر محنت زیادہ کریں، اس لیے کہ یہ اعمالِ طاعات پر فضیلت رکھتی ہے۔

گناہ سے بھی بری چار باتیں:

گناہ بہت برا ہوتا ہے، لیکن چار باتیں گناہ سے بھی زیادہ بری ہیں:

1. گناہ کو ہلکا سمجھنا: اگر کوئی بندہ گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ گناہ کو گناہ تو سمجھے۔ اس گناہ کو ہلکا سمجھنا، گناہ سے بھی زیادہ برا کام ہے۔
2. گناہ کر کے خوش ہونا: جیسے عورتیں کہتی ہیں: دیکھا! میں نے اسے جلانے کے لیے یہ بات کی۔ اب وہ جو یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے اسے جلانے کے لیے، یعنی اس کے دل کو دکھ پہنچانے کے لیے یہ بات کی ہے، تو یہ گناہ پر خوش ہونے والی بات ہے۔ یا اگر کسی گناہ کا راستہ کھل جائے تو خوش ہو کہ اب میرے لیے گناہ کرنا آسان بن گیا ہے۔ یہ بھی گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے۔
3. گناہ پر اصرار کرنا: ایک گناہ کو بار بار کرنا بھی بہت برا کام ہے۔
4. گناہ پر فخر کرنا: گناہ پر اترانا اور فخر کرنا بھی گناہ کرنے سے برا کام ہے۔

گناہِ کبیرہ میں دس خرابیاں:

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ ''تنبیہ الغافلین'' میں فرماتے ہیں کہ ہر کبیرہ گناہ کے اندر دس خرابیاں ہوتی ہیں:

1. اس شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ جو بھی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ اپنے
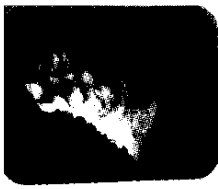
مالک کو ناراض کرتا ہے۔

(2) وہ شیطان کو خوش کرتا ہے، کیونکہ گناہ کے صدور سے دشمن شیطان خوش ہوتا ہے۔

(3) وہ جہنم کے قریب ہو جاتا ہے۔

(4) وہ جنت سے دور ہو جاتا ہے۔

(5) وہ اپنے نفس کے ساتھ بے وفائی کرتا ہے۔ گویا اس نے اس کو آگ میں جانے کے قابل بنا دیا۔

(6) وہ اپنے نفس کو ناپاک کر لیتا ہے۔ ہر گناہ باطنی نجاست کے مانند ہے۔ جس طرح ظاہری نجاست پانی سے دُھلتی ہے، اسی طرح گناہوں کی نجاست توبہ سے دُھلتی ہے۔

(7) وہ اپنی نگرانی پر مامور فرشتوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ وہ نگرانی کرتے ہیں اور یہ تکلیف پہنچاتا ہے۔

(8) وہ نبی علیہ السلام کو قبر مبارک میں غمگین کرتا ہے۔ ہمارے نامۂ اعمال نبی علیہ السلام کو پہنچائے جاتے ہیں، تو نبی علیہ السلام جب اپنے امتی کے گناہ دیکھتے ہیں ان کو غم پہنچتا ہے۔

(9) وہ باقی مخلوق کے ساتھ بھی خیانت کرتا ہے۔ اس لیے کہ گناہ کے صدور سے اللہ رب العزۃ کی اترنے والی برکتیں بسا اوقات رک جاتی ہیں۔ اس طرح دوسری مخلوق بھی محروم رہ جاتی ہے، مثلاً: بارشیں رک جاتی ہیں تو باقی مخلوق بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔

(10) انسان جہاں گناہ کرتا ہے، وہ زمین کے اس ٹکڑے کو قیامت کے دن کے لیے اپنے خلاف گواہ بنا لیتا ہے۔

آج کل ویڈیو کیمروں کا زمانہ ہے۔ دکانداروں نے بھی اپنی حفاظت کے لیے ویڈیو
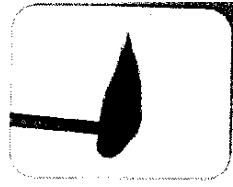
کیمرے لگادیے ہیں۔کارخانوں میں بھی ویڈیو کیمرے لگ گئے ہیں، تاکہ چوری کا خطرہ نہ رہے۔اگر کوئی ڈاکہ مار کر چلا جائے تو اس کی پوری فلم آٹو میٹک بن رہی ہوتی ہے، پھر اس سے چور کو پکڑنا آسان ہو جاتا ہے۔جس طرح یہ ویڈیو کیمرے حفاظت کے لیے لگائے گئے ہیں اور آج چور کو پکڑنا آسان ہو گیا ہے، اسی طرح اللہ رب العزۃ کی زمین کا ہر ٹکڑا بھی ویڈیو کیمرہ بن کر گناہ کے اس منظر کو محفوظ کر لیتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝﴾ (الزلزال: ۵۔۴)

''اس دن زمین اپنی ساری خبریں بتادے گی، کیونکہ تمہارے پروردگار نے اسے یہی حکم دیا ہوگا۔''

گناہ کرنے کی چار وجوہات:

عام طور پر گناہ کرنے کی چار وجوہات ہوتی ہیں، اور اللہ رب العزۃ نے ان چاروں کا جواب قرآن کریم میں سمجھا دیا ہے۔

پہلی وجہ: گناہ کرتے وقت بندہ سوچتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا، جب دل میں یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا تو انسان گناہ پر جرأت کرتا ہے، اللہ رب العزۃ نے قرآن کریم میں اس کا جواب بھی سمجھا دیا۔فرمایا:

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (الفجر: ۱۴)

''یقین رکھو! تمہارا پروردگار سب کو نظر میں رکھے ہوئے ہے۔''

''مِرْصَاد'' کہتے ہیں کہ جب شکاری کو شکار کے اوپر نشانہ لگانا ہوتا ہے تو نشانہ لگانے سے کچھ لمحے پہلے اتنا غور سے وہ شکار کو دیکھتا ہے کہ پلک بھی نہیں جھپکتا، سانس کو بھی روک

لیتا ہے، ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے، اس کی اس کیفیت کو ''مرصاد'' کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ تیرا رب تیری گھات میں لگا ہوا ہے، وہ تجھے اتنی غور سے دیکھ رہا ہے جیسے شکار کرنے والا اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔ تم اتنی باریک بینی سے واچ (watch) کیے جا رہے ہو۔ یہ سمجھا دیا، تاکہ دماغ میں یہ نہ رہے کہ کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔

دوسری وجہ: آدمی گناہ کرتے وقت یہ سمجھتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں، میں فون پر بات کرتا ہوں کسی کو علم نہیں، میں نے خط لکھا کسی کو پتہ نہیں، میں نے اونچ نیچ کر دی کسی کو پتہ نہیں، تو جب یہ دل میں احساس ہوتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں تو یہ گناہ کا سبب بنتا ہے، اللہ رب العزۃ نے قرآن پاک میں اس کا بھی جواب سمجھا دیا، تاکہ ہم یہ ذہن میں نہ رکھیں کہ ہمارے عمل کا کسی کو پتہ نہیں چلتا، فرمایا: وہ ایسا پروردگار ہے......

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ (المؤمن: ١٩)

''اللہ آنکھوں کی چوری کو بھی جانتا ہے، اور ان باتوں کو بھی جن کو سینوں نے چھپا رکھا ہے۔''

اب بندہ کیسے یہ سوچ سکتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں؟ معلوم ہوا کہ اللہ رب العزۃ کو جو ہم کرتے ہیں یا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، سب کچھ معلوم ہے۔

تیسری وجہ: آدمی سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی بھی نہیں تھا، گھر کے اندر میں اکیلا تھا۔

؎ جس کا تھا ڈر وہ نہیں ہے گھر
اب جو چاہے کر

یہ جو احساس دل میں ہوتا ہے کہ کوئی میرے پاس نہیں ہے، یہ بھی گناہ کا سبب بنتا ہے۔ اللہ رب العزۃ نے اس کا بھی جواب سمجھا دیا۔ فرمایا کہ تم جہاں تین ہوتے ہو وہاں میں چوتھا ہوتا ہوں۔ اگر تم چار ہوتے ہو تو میں پانچواں ہوتا ہوں۔ اور فرمایا:
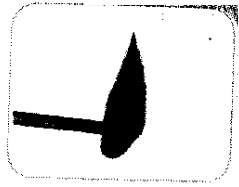
﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحدید:۴)

''اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو۔''

چوتھی وجہ: بندہ جب یہ سمجھتا ہے کہ کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تو یہ بات گناہ کا سبب بنتی ہے۔ جیسے اگر کسی کا باپ فوت ہو جائے تو اس کا بچہ جوان ہو کر ماں سے ڈرتا نہیں، اب وہ برے کام کرتا ہے اور نڈر رہتا ہے، دوسروں کو کہتا ہے کہ تم میرا کیا بگاڑ لو گے؟ کوئی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ تو یہ جو الفاظ ہیں کہ کوئی مجھے کچھ نہیں کہہ سکتا، کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، یہ احساس گناہ کرنے کا سبب بنتا ہے، بندہ ڈھیٹھ بن جاتا ہے۔

اللہ رب العزۃ نے اس کا بھی جواب سمجھا دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تمہارا معاملہ ایک ایسے پروردگار کے ساتھ ہے کہ......

﴿اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ (ہود:۱۰۲)

''واقعی! اس کی پکڑ بڑی دردناک، بڑی سخت ہے۔''

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ (الفجر:۱۳)

''چنانچہ تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ﴾ (الفجر:۲۶)

''اور نہ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی جکڑنے والا ہوگا۔''

بنی اسرائیل کو ایک جگہ فرمایا:

﴿فَاِنِّيْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (المائدۃ:۱۱۵)
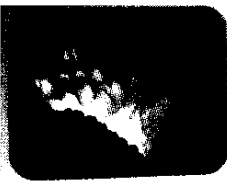
''لیکن اس کے بعد تم میں سے جو شخص بھی کفر کرے گا اس کو میں ایسی سزا دوں گا جو دنیا جہاں کے کسی بھی شخص کو نہیں دوں گا۔''

لہٰذا اس کا بھی جواب سمجھا دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

معصیت پر چار گواہ:

قیامت کے دن ہر انسان کے ساتھ چار گواہ پیش کیے جائیں گے:

پہلا گواہ: انسان کا ''نامۂ اعمال'' ہوگا۔ فرمایا:

﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ﴾

''اور (اعمال کی) کتاب سامنے رکھ دی جائے گی، چنانچہ تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اس کے مندرجات سے خوف زدہ ہیں۔''

﴿فَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا﴾

''اور کہہ رہے ہیں کہ ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب ہے جس نے ہمارا کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں چھوڑا جس کا پورا احاطہ نہ کرلیا ہو۔''

﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَّلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ (الکہف:۴۹)

''اور وہ اپنا سارا کیا دھرا اپنے سامنے موجود پائیں گے۔ اور تمہارا پروردگار کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔''

دوسرا گواہ: ''فرشتے'' ہوں گے۔ فرمایا:

﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

(الانفطار:۱۰، ۱۱، ۱۲)

''حالانکہ تم پر کچھ نگراں (فرشتے) مقرر ہیں۔ وہ معزز لکھنے والے۔ جو تمہارے
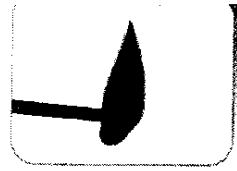
سارے کاموں کو جانتے ہیں۔‘‘

تیسرا گواہ: انسان کے جسم کے ’’اعضاء‘‘ ہوں گے۔ فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (یٰس: ۶۵)

’’آج کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کمائی کیا کرتے تھے۔‘‘

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ﴾ (الطارق: ۹)

’’جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ ہوگی۔‘‘

اللہ اکبر......! اس آیت کو پڑھ کر اس امت کے اولیاء بہت رویا کرتے تھے کہ اے اللہ! آپ فرما رہے ہیں:

﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ﴾

’’جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ ہوگی۔‘‘

تو اے پروردگار! ہمارا اس دن کیا حال ہوگا؟ اس پر وہ روتے تھے، لہٰذا جب انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے تو یہ ان سے جھگڑے گا اور کہے گا:

﴿لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا﴾

’’تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟‘‘

﴿قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (حم السجدۃ: ۲۱)

’’وہ کہیں گی کہ ہمیں اسی ذات نے بولنے کی طاقت دے دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی عطا فرمائی۔‘‘
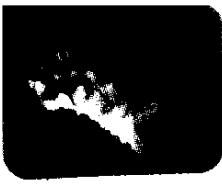
اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ﴾ (حم السجدۃ:۲۲)

''اور تم (گناہ کرتے وقت) اس بات سے تو چھپ ہی نہیں سکتے تھے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں۔''

ذرا سوچیے! جسم کے دوسرے اعضاء سے ہم کیسے پردہ کر سکتے ہیں؟ انہی اعضاء کے ذریعے ہم گناہ کرتے ہیں اور قیامت کے دن یہی سلطانی گواہ بنیں گے۔

چوتھا گواہ: چوتھی گواہی قیامت کے دن اللہ رب العزۃ کی زمین دے گی، جیسے کیمرے ہوتے ہیں، فوٹو لے لیتے ہیں اور ریزرو کر لیتے ہیں، اسی طرح اللہ رب العزۃ کی زمین بھی منظر کیچ کر لیتی ہے، نیکی کرنے والوں کا بھی اور گناہ کرنے والوں کا بھی، اور قیامت کے دن اللہ رب العزۃ زمین کو حکم دیں گے کہ تو بھی بتا کہ تیری پیٹھ پر کیا گزری؟ فرمایا:

﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝﴾ (الزلزال:۴-۵)

''اس دن زمین اپنی ساری خبریں بتا دے گی، کیونکہ تمہارے پروردگار نے اسے یہی حکم دیا ہوگا۔''

اس لیے گناہوں کا ایک ہی حل ہے کہ انسان ان سے سچی توبہ کر کے آئندہ کے لیے نیکی کی زندگی گزارے۔

گناہ کا شوق اور عذاب کا ڈر:

ایک نوجوان حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ کہنے لگا: حضرت! گناہ کا
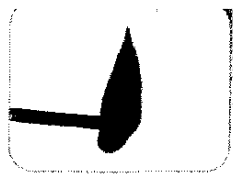
مرتکب ہوتا ہوں، چھوڑا بھی نہیں جا سکتا، ڈر بھی لگتا ہے کہ عذاب ہوگا، تو کوئی طریقہ بتا دیں کہ میں عذاب سے بچ جاؤں اور گناہ بھی کرتا رہوں۔

اللہ والے بڑے دانا اور بینا ہوتے ہیں، دھکے نہیں دے دیتے، وہ محبت و پیار سے بات سمجھاتے ہیں، دل میں اتارتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: ہاں! میں تجھے طریقہ بتاتا ہوں۔ وہ بڑا خوش ہوگیا۔ بات سننے کے موڈ میں آ گیا، کہنے لگا: حضرت! وہ کون سا طریقہ ہے کہ میں گناہ بھی کرتا رہوں اور میں عذاب و سزا سے بھی بچ جاؤں؟ آپ نے فرمایا:

پہلی تجویز: تو یہ ہے کہ اگر گناہ کرنا ہی ہے تو اللہ رب العزۃ کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر کرلیا کرو۔ اب وہ سوچتا رہ گیا۔ کہنے لگا: حضرت! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر گناہ کروں؟ یہ تو ممکن ہی نہیں۔

دوسری تجویز: حضرت نے فرمایا: پھر دوسری تجویز یہ ہے کہ تم اللہ کا رزق کھانا چھوڑ دو، اللہ سے کہہ دینا کہ نہ تمہارا دیا ہوا کھاتا تھا اور نہ تمہاری بات مانتا تھا۔ اس نے کہا: حضرت! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں کھانا چھوڑ دوں؟ میں پھر زندہ کیسے رہوں گا؟

تیسری تجویز: حضرت نے فرمایا: پھر تیسری تجویز پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ زمین و آسمان اللہ رب العزۃ کی ملکیت ہے اور بادشاہ کی نافرمانی اس کے ملک میں رہ کر کرنا ٹھیک نہیں ہے، لہٰذا اس سے باہر نکل کر نافرمانی کرنا۔ کہنے لگا: حضرت یہ کام بھی نہیں ہوسکتا۔

چوتھی تجویز: فرمانے لگے: اچھا! پھر ایک طریقہ اور بتاتا ہوں، وہ یہ کہ جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آئے تو کہہ دینا کہ تھوڑا انتظار کرلو، تاکہ میں توبہ کرلوں۔ اس نے کہا: حضرت! وہاں تو انتظار کا تصور ہی نہیں، لہٰذا یہ کام بھی نہیں ہوسکتا۔

پانچویں تجویز: فرمایا: ایک طریقہ اور بتاتا ہوں، وہ یہ کہ جب قبر میں تم کو دفن کر دیا
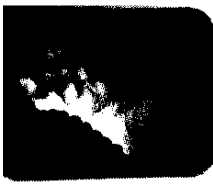
جائے اور اس وقت منکر نکیر سوال پوچھنے کے لیے آئیں تو کہہ دینا:

No Admission without Premission

اس نے کہا: حضرت! میں ان کو کیسے منع کر سکتا ہوں؟

چھٹی تجویز: فرمانے لگے: ایک اور تدبیر بتاتا ہوں، وہ یہ کہ جب قیامت کے دن تمہارے برے عملوں کو کھولا جائے گا اور پروردگار عالم فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس کو گھسیٹ کر تم جہنم میں ڈال دو، تو اس وقت تم ضد کر کے کھڑے ہو جانا کہ میں تو نہیں جاتا۔ اس نے کہا کہ حضرت! میری کیا حیثیت ہے کہ فرشتوں کے سامنے ضد کر کے کھڑا ہو جاؤں؟ میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اب لوہا گرم تھا اور چوٹ لگانے کا وقت تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے بھائی! جب تیری حیثیت ہی کوئی نہیں تو تو اتنے بڑے پروردگار کی نافرمانی کیوں کرتا ہے؟

کہنے لگا: حضرت! آج سے میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آج کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

واقعی! ہم اپنے پروردگار کے عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے، لہٰذا ہمارے لیے سب سے بہتر راستہ یہ ہے کہ زندگی میں جو گناہ ہوں ان سے سچی توبہ کر لیں۔ اللہ رب العزۃ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

معرفت بھری بات:

ایک عجیب بات یہ ہے کہ انسان کئی مرتبہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، اس کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سالک سمجھ رہا ہوتا ہے۔ انسان کی حالت تو یہ ہے کہ اسے دوسروں کے بارے میں
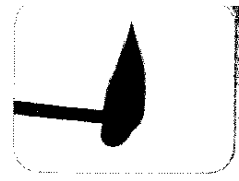
گناہ کا شک ہو جائے تو وہ ان سے نفرت کرنی شروع کر دیتا ہے اور اپنے عیبوں کا یقین ہوتا ہے، لیکن پھر بھی اپنے نفس کے ساتھ محبت کرتا ہے......!

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب معرفت بھری بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسروں کی نظر میں اپنے آپ کو گرا دینا بڑا آسان کام ہے اور اپنی نظر میں اپنے آپ کو گرا دینا سب سے مشکل کام ہے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ بعض دوست جو فرض کی پابندی بھی نہیں کر پاتے، وہ خواب میں کسی بزرگ کی شکل کو دیکھ لیتے ہیں تو وہ اسی پر مست پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت! مجھے خواب بہت اچھے آتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ جو خوابوں کے شہزادے بنتے ہیں وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

گناہ گار بندہ اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے:

ہمارے مشائخ نے کہا کہ انسان گناہ کرنے سے اللہ رب العزۃ کی نگاہوں سے گر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے اعمال کی توفیق چھین لیتے ہیں اور سب سے پہلے جو توفیق چھینتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس کو رات کے آخری پہر کی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کئی مرتبہ بندہ تہجد میں اٹھتا بھی ہے، لیکن اس کی دعاؤں میں کوئی حلاوت نہیں ہوتی، بلکہ دعا مانگنے کو اس کا دل ہی نہیں کرتا، دعا میں طبیعت چلتی ہی نہیں۔ یہ نہیں کہ طبیعت چل نہیں رہی ہوتی، بلکہ وہ چلنے ہی نہیں دی جاتی۔ دن کے گناہوں کی وجہ سے بندہ رات کی عبادتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

ایک شخص حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا: حضرت! مجھے تہجد کی توفیق نہیں ہوتی۔ فرمایا: اے دوست! تو اپنے دن کے اعمال درست کر لے اللہ تعالیٰ تجھے رات کے
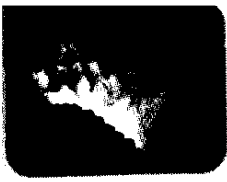
اعمال کی توفیق عطا فرما دیں گے۔

ایمان سے محروم کردینے والے گناہ:

ہمارے مشائخ نے لکھا ہے کہ ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ تین گناہوں کے ارتکاب سے موت کے وقت کلمہ طیبہ کی توفیق سلب کرلی جاتی ہے۔اس لحاظ سے یہ گناہ بہت خطرناک ہیں۔

❶ احکامِ شریعت کو بوجھ سمجھنا:

احکامِ شریعت کو بوجھ سمجھنا اور ان احکام کو عمل کے قابل نہ سمجھنا موت کے وقت ایمان کے سلب ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔مثال کے طور پر: عورت ہے تو وہ پردے کو بوجھ سمجھے اور اگر مرد ہے تو رشوت اور سود سے بچنے کو بوجھ سمجھے۔آج کل اکثر یہ سنا جاتا ہے کہ آج کے زمانے میں شریعت پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔میرے دوست! اگر کوتاہی ہو جائے تو اپنے آپ کو گنہگار ضرور سمجھیے، کیونکہ گناہ کرنا اور پھر Justify (دلیل سے ثابت کرنا) کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔

ایک آدمی کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کی تلقین کی گئی۔اس نے جواب میں کہا: ''میں نہیں پڑھتا۔'' اور اسی وقت اس کی روح نکل گئی۔اس پر اس کے قریب کے کسی عالم کو تشویش لاحق ہوئی اور اس نے اس کے اہل خانہ سے پوچھا کہ اس کی زندگی کا کوئی ایسا عمل تو بتاؤ کہ جس کا یہ وبال ہوا کہ یہ کلمہ بھی نہ پڑھ سکا۔اس کی بیوی نے بتایا کہ یہ طبعاً سست اور کاہل تھا۔اس کی حالت یہ تھی کہ اس کو جب بھی غسلِ جنابت کی ضرورت ہوتی تھی تو کہتا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں تو غسلِ جنابت نہیں تھا، دینِ اسلام میں یہ ایک
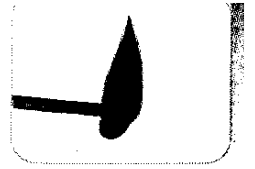
نیا حکم آ گیا ہے۔ گویا کہ وہ غسلِ جنابت کو بوجھ سمجھتا تھا۔ اس گناہ کی وجہ سے اس کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے سے محروم کر دیا گیا۔

② سوءِ خاتمہ کا ڈر نہ ہونا:

دوسری بات یہ ہے کہ جس بندے کو دل میں موت کے وقت سوءِ خاتمہ کا بھی ڈر نہ رہے، اس کی وجہ سے بھی انسان آخری وقت میں کلمے سے محروم ہو جاتا ہے۔ بندہ جتنا بھی نیک، متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، اس کے دل میں یہ ڈر ضرور رہنا چاہیے کہ پتہ نہیں موت سے پہلے میرے ساتھ کیا ہوگا؟ وہ اس بات سے ڈرتا اور کانپتا رہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (الاعراف:۹۹)

''(اگر ایسا ہے) تو (یاد رکھیں کہ) اللہ کی دی ہوئی ڈھیل سے وہی لوگ بے فکر ہو بیٹھتے ہیں جو آخرکار نقصان کر بیٹھتے ہیں۔''

اس لیے مؤمن کبھی اللہ رب العزۃ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہو سکتا۔ وہ ساری عمر ڈرتے کانپتے گزارتا ہے کہ پتہ نہیں میرا کیا بنے گا؟

③ نعمتِ اسلام پر شکر ادا نہ کرنا:

اگر انسان نعمتِ اسلام پر شکر ادا نہ کرے تو اس کی وجہ سے بھی آخری وقت میں کلمہ پڑھنے کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔

حدیث پاک میں صبح و شام پڑھنے کے لیے ایک دعا سکھائی گئی ہے:

((رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا)) (ابن ماجہ، حدیث:۳۸۷۰)

''میں اللہ کو رب ماننے پر، اسلام کو دین ماننے پر اور محمد ﷺ کو نبی ماننے پر راضی ہوں۔''
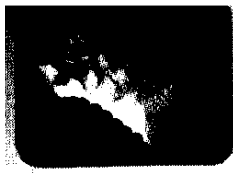
گویا ہم اپنے دل میں یہ سوچا کریں کہ الحمد للہ! ہم اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ رب العزۃ نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔

گناہ نجاست کے مانند ہے:

گناہ باطنی اعتبار سے نجاست کے مانند ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم جس عضو سے بھی گناہ کرتے ہیں ہمارا وہ عضو باطنی طور پر ناپاک ہو جاتا ہے۔ گویا

- آنکھ نے غلط دیکھا تو آنکھ ناپاک ہو گئی
- زبان سے جھوٹ بولا تو زبان ناپاک ہو گئی
- کان سے غیبت سنی تو کان ناپاک ہو گئے
- ہاتھوں سے چوری کی تو ہاتھ ناپاک ہو گئے
- پاؤں سے غلط کام کے لیے چل کر گئے تو پاؤں ناپاک ہو گئے
- شرمگاہ سے بدکاری کی تو شرمگاہ ناپاک ہو گئی

لیکن اگر بندہ سر سے لے کر پاؤں تک گناہ میں مبتلا ہو کر بھی توبہ تائب ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی پاک فرما دیں گے۔

گناہ کی بدبو:

نجاست کے اندر بدبو ہوتی ہے، لہٰذا انسان جن اعضاء سے گناہ کرتا ہے ان اعضاء سے باطنی طور پر بدبو آتی ہے۔ اس کی دلیل حدیث پاک سے ملتی ہے۔ مثال کے طور پر......:

- حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کے منہ سے بدبو نکلتی ہے، حتیٰ کہ فرشتے اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اور اس بندے سے ایک میل تک دور ہو جاتے ہیں۔ (ترمذی، حدیث: ۱۹۷۲)
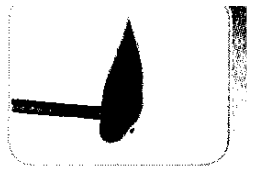
2. جب آدمی کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو فرشتے اس آدمی کے اعضاء کو سونگھتے ہیں، جن جن اعضاء سے اس نے گناہ کیے ہوتے ہیں ان اعضاء سے ان کو بدبو محسوس ہوتی ہے...... جیسے بچے ہوئے کھانے کو عورتیں سونگھ کر پتہ لگا لیتی ہیں کہ یہ ٹھیک ہے یا خراب۔ ذرا سی مہک محسوس ہو تو وہ کہتی ہیں کہ کھانا خراب ہے...... بالکل اسی طرح فرشتے موت کے وقت انسان کے اعضاء کو سونگھتے ہیں، اگر ان میں گناہوں کی بدبو ہو تو انہیں پتہ چل جاتا ہے، پھر فرشتے اس کی پٹائی کرتے ہیں اور جو توبہ تائب ہونے والا نیکوکار انسان ہوتا ہے اس کے اعضاء گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، لہٰذا ان سے بدبو محسوس نہیں ہوتی۔ (الہدایۃ الی بلوغ النہایۃ، سورۃ الاعراف، الآیۃ: ۴۰)

3. سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صاحب آئے اور آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ ہماری محفلوں میں بے مہابہ چلے آتے ہیں اور ان کی نگاہوں سے زنا ٹپکتا ہے...... اس سے پتہ چلا کہ بسا اوقات گناہوں کی بدبو بعض لوگوں کو دنیا میں بھی محسوس ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیں کہ گناہوں کی یہ بدبو صرف دنیاوی زندگی میں اور موت کے وقت ہی فرشتوں کو محسوس نہیں ہوتی، بلکہ جہنم میں جانے کے بعد بھی ان کے اعضاء سے بدبو محسوس ہو گی۔ چنانچہ جو انسان زناکار ہیں، جہنم میں ڈالے جانے کے باوجود ان کی شرمگاہوں سے ایسی بدبو دار ہوا نکلے گی کہ سارے جہنمیوں کو پریشان کر دے گی اور وہ بڑے غصے کے ساتھ اس جہنمی کو دیکھ کر کہیں گے کہ تیرے جسم سے کیسی بدبو نکلی جس نے جہنم کے اندر ہماری تکلیف میں اضافہ کر دیا؟
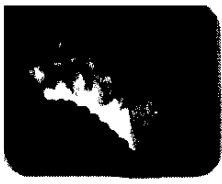
نیکی کی خوشبو:

نیکی میں خوشبو ہوتی ہے، لہٰذا نیک لوگوں کے اعضاء سے خوشبو آتی ہے۔ اگر ہم نیکوکار بن جائیں گے تو ہمارے جسم سے بھی باطنی طور پر خوشبو آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے بعض حضرات کے اندر تو نیکی کی خوشبو اتنی بڑھا دی کہ وہ لوگوں کو ظاہر میں بھی محسوس ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر......:

خود نبی علیہ السلام کے مبارک پسینے سے اتنی خوشبو آتی تھی کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا بچوں کو بھیج کر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کے قطروں کو شیشیوں میں جمع کرواتی تھیں۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا: ام سلیم! تم ایسا کیوں کرتی ہو؟ عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہم اس مبارک پسینے کے قطروں کو جب خوشبو میں ملا لیتی ہیں تو خوشبو کی مہک میں اضافہ ہو جاتا ہے...... مدینہ طیبہ کی دلہنیں بھی وہ پسینہ بطورِ خوشبو استعمال کیا کرتی تھیں۔

(مسند احمد، حدیث: ۱۹۹۴۲)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی شادی تھی۔ ان کے پاس پیسے نہیں تھے۔ ان کو نبی علیہ السلام نے پسینے کے چند قطرے عنایت فرما دیے۔ جب ان کی بیٹی نے جسم پر لگائے تو اس سے خوشبو آنے لگی، بلکہ انہوں نے اس میں سے کچھ قطرے اپنے گھر میں رکھ لیے۔ اس گھر سے بھی خوشبو آنا شروع ہو گئی، حتیٰ کہ وہ گھر ''خوشبو والا گھر'' مشہور ہو گیا۔

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام جس راستے سے چل کر جاتے تھے اس راستے سے خوشبو آتی تھی۔ (اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: ص ۵۷)

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے محفوظ کیا ہوا تھا، جس کی وجہ سے ان کے جسم سے بھی خوشبو آیا کرتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"لَقَدْ کَانَ رِیحُ اَبِی بَکْرٍ اَطْیَبَ مِنْ رِّیحِ الْمِسْکِ."
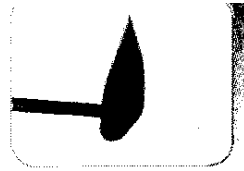
''ابوبکر صدیق کے جسم سے ایسی خوشبو آتی تھی جو مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہوا کرتی تھی۔'' (تاریخ الخلفاء: ص ۵۶)

3 امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد نبوی میں جاتے تھے تو وہاں قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ ان کے منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ کسی نے پوچھا: حضرت! کیا آپ منہ میں الائچی رکھتے ہیں یا کوئی اور چیز رکھتے ہیں؟ ہم نے اتنی خوشبو کبھی کہیں نہیں سونگھی۔ وہ کہنے لگے: نہیں، بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ عاصم! تو اتنی محبت کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے کہ مجھے بہت پسند آتا ہے، آؤ! میں تمہارے منہ کو بوسہ دے دوں۔ جب سے نبی علیہ السلام نے خواب میں میرے منہ کا بوسہ لیا اس وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے۔ سبحان اللہ......!

4 شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل درود شریف'' میں لکھا ہے کہ ایک آدمی رات کو سونے سے پہلے روزانہ درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں اسے نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنا منہ میرے قریب کرو، جس سے تم مجھ پر درود پڑھتے ہو، میں اس کا بوسہ لینا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنا رخسار نبی علیہ السلام کے قریب کر دیا۔ چنانچہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے رخسار کا بوسہ لیا اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ جیسے ہی آنکھ کھلی پورا گھر مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ اس کے بعد آٹھ دن تک اس کے رخسار سے مشک کی خوشبو آتی رہی۔

5 انڈیا میں ایک بزرگ خواجہ مشکی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے جسم سے مشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ لوگ حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ آپ کیسی خوشبو لگاتے ہیں کہ آپ
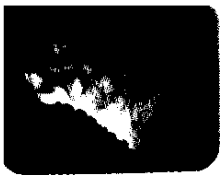
کے کپڑے ہر وقت معطر محسوس ہوتے ہیں؟ کسی نے ایک مرتبہ بہت مجبور کیا تو وہ فرمانے لگے کہ میں تو کوئی خوشبو نہیں لگاتا۔ اس نے کہا کہ پھر آپ کے کپڑوں سے خوشبو کیسی آتی ہے؟

انہوں نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں کسی گلی میں سے گزر رہا تھا۔ ایک مکان کے دروازے پر ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ گھر میں کوئی بیمار ہے، تم نیک بندے نظر آتے ہو، اس کو کچھ پڑھ کے پھونک دو، ہوسکتا ہے کہ ٹھیک ہو جائے۔ میں نے اس پر اعتماد کیا اور گھر کے اندر چلا گیا۔ جب اندر گیا تو اس نے تالا لگا دیا۔ اس کے بعد گھر کی مالکہ سامنے آئی۔ اس کی نیت میرے بارے میں بری تھی۔ وہ کہنے لگی کہ میں روزانہ تجھے گزرتے ہوئے دیکھتی تھی، میرے دل میں برائی کا خیال پیدا ہو گیا، چنانچہ میں نے آج تجھے اس بوڑھی عورت کے ذریعے گھر بلایا ہے، لہٰذا اب میں گناہ کرنا چاہتی ہوں۔ جب اس نے اپنی نیت کا اظہار کیا تو میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور باہر نکلنے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ کہنے لگی کہ اب تالا لگ چکا ہے، اگر نہیں مانو گے تو میں شور مچاؤں گی اور بہتان لگا کر سنگسار کرواؤں گی، اب دو باتوں میں سے ایک بات کا انتخاب کر لو: یا تو سنگسار ہونا پسند کر لو یا پھر میرے ساتھ گناہ کا ارتکاب کر لو۔ اس کی یہ باتیں سن کر میں بہت پریشان ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں ایک تجویز ڈالی تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے بیت الخلاء میں جانے کی ضرورت ہے، لہٰذا میں فارغ ہو کر تم سے بات کروں گا۔ اس عورت نے سوچا کہ چلو آمادہ تو ہو گیا ہے، تاہم اس نے مجھے بیت الخلاء کی جگہ دکھا دی۔ میں وہاں گیا تو مجھے بیت الخلاء میں جو گندگی اور نجاست نظر آئی، میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے اپنے جسم پر اور اپنے کپڑوں پر مل لیا۔ جب میں باہر نکلا تو میرے جسم سے سخت بدبو آ رہی تھی۔ چنانچہ جب اس
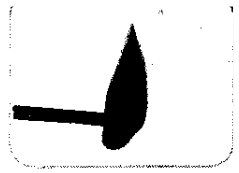
عورت نے مجھے دیکھا تو اس کے دل کے اندر میرے نفرت پیدا ہوگئی اور وہ کہنے لگی کہ یہ تو کوئی پاگل ہے، نکالو اس کو یہاں سے، یوں میں اپنا ایمان بچا کر اس گھر سے نکل آیا۔ اس کے بعد مجھے پریشانی ہوئی کہ میرے بدن اور کپڑوں سے لوگوں کو بدبو آئے گی، لہٰذا میں جلدی سے غسل خانے میں پہنچا اور میں نے اپنے بدن کو اور کپڑوں کو دھویا اور پاک کیا۔ جب گیلے کپڑے پہن کر میں باہر نکلا تو اس وقت میرے جسم سے خوشبو آنے لگی۔

اللہ اکبر......! ان کا اصل نام تو کوئی اور تھا، لیکن چونکہ ان کے جسم سے مشک کی سی خوشبو آتی تھی، اس لیے لوگ انہیں ''خواجہ مشکی'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

تو ایک موٹی سی بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ نیکی کی وجہ سے جسم سے خوشبو آتی ہے اور گناہ کی وجہ سے جسم سے بدبو آتی ہے۔

قبر میں بدن خراب ہونے یا نہ ہونے کی وجہ:

اب ایک اور بات بھی آپ سمجھ لیجیے...... یہ چیز آپ کو فائدہ دے گی...... وہ یہ کہ کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو گلنے والی ہوتی ہیں، مثلاً: آپ چاول پکائیں اور گرم گرم چاول کسی برتن میں ڈھانپ کر رکھ دیں تو ان میں بدبو سی پیدا ہو جائے گی، اس لیے کہ آپ نے گرم گرم ڈال دیے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ سفر میں کھانا لے کر جاتے ہیں، لیکن وہ جب کھولتے ہیں تو اس میں سے بدبو سی محسوس ہوتی ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ او ہو! بیوی نے کھانا پکایا تو تھا، مگر گرم گرم ڈال دیا، جس کی وجہ سے اس کے اندر بدبو پیدا ہوگئی۔ یہاں یہ بات سمجھنے والی ہے کہ وہ کھانا اس لیے خراب ہوا کہ اس میں خراب ہونے والی چیز موجود تھی...... آپ اپنے پاس چینی یا گڑ کو بند کر لیں اور ایک سال بعد ڈبہ کھولیں تو اس کی مہک ٹھیک ہوگی، کیونکہ اس میں خراب ہونے والی کوئی چیز نہیں تھی۔ ایک سال کے بعد
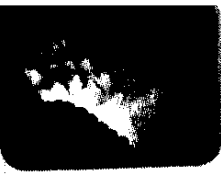
بھی چینی چینی ہی ہوگی اور گڑ گڑ ہی ہوگا......اب یہ بات بھی آپ کو معلوم ہوگئی کہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں خراب ہونے کا مادہ موجود ہوتا ہے اور وہ چند گھنٹوں میں ہی خراب ہو جاتی ہیں اور کچھ چیزوں میں خراب ہونے کا مادہ نہیں ہوتا، لہٰذا وہ سالوں پڑی رہیں تو بھی خراب نہیں ہوتیں۔

اب جب یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی تو اس عاجز نے آپ کو جو اصل بات بتانی تھی وہ یہ ہے کہ گناہ کے اندر خراب کرنے کا مادہ ہوتا ہے، کیونکہ وہ نجاست کے مانند ہوتا ہے اور نجاست بدبو ہی پھیلاتی ہے، جس سے چیزیں خراب ہو جاتی ہیں، اسی لیے گناہوں کے اثرات کی وجہ سے قبروں کے اندر بدن خراب ہو جاتے ہیں اور کیڑوں کی غذا بنتے ہیں اور نیکی کے اندر خوشبو ہوتی ہے اور خوشبو کو آپ جتنا عرصہ ڈھانپ کر رکھیں وہ خوشبو ہی رہے گی، لہٰذا اب ایک بات سامنے آئی کہ جو انسان دنیا میں توبہ تائب ہو کر مرے گا اس کے اوپر گناہوں کے اثرات نہیں ہوں گے۔ یہ بندہ قبر میں بھی چلا گیا تو اس کا جسم قبر میں بھی نہیں گلے سڑے گا، کیونکہ اس کے اندر گناہوں کے اثرات ہی نہیں ہیں، اس لیے بعض حضرات نے اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کے جسم قبروں میں بالکل صحیح سالم دیکھے۔

ایک مرتبہ ہمارے شہر کے قبرستان میں قبر بنانے کے لیے زمین کو کھودا گیا تو ایک قبر کھل گئی۔ لوگ دیکھ کر حیران ہوئے کہ میت کا جسم تو کیا، کفن کا کپڑا بھی بالکل صحیح سالم تھا، اس لیے کہ وہ بندہ توبہ تائب ہو کر مرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے گناہوں سے ایسے پاک کیا تھا کہ اس کے بدن پر گناہوں کا کوئی اثر نہیں تھا، اس لیے اس کا جسم زمین کے اندر خراب ہی نہیں ہوا تھا۔

ایک حیران کن منظر:

پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں کسی کام کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا تھا۔ وہاں
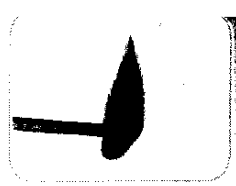
ایک دوست نے مجھے کہا: حضرت! اگر آپ کے پاس وقت ہو تو آپ کو ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کون سی چیز؟ وہ کہنے لگا: حضرت! آپ وہ چیز دیکھ کر یقیناً خوش ہوں گے، لہٰذا اگر آپ کے پاس وقت ہے تو میں آپ کو لیے چلتا ہوں۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ اس نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھالیا اور تقریباً دس کلومیٹر کا سفر طے کرنے کے بعد اس نے بریک لگادی۔ وہ خود بھی گاڑی سے نیچے اتر آیا اور مجھے بھی کہا: حضرت! آپ بھی اتر آئیں۔ چنانچہ میں بھی اتر گیا۔

اس نے مجھے وہاں سڑک کے کنارے پر برگد کا ایک ایسا درخت دکھایا جو سخت آندھی کی وجہ سے جڑوں سے اکھڑا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ اس درخت کی کیا خوبی ہے؟ وہ کہنے لگا: حضرت! آپ ذرا اس کے قریب ہو کر اس کی جڑوں کے اندر دیکھیں۔ چنانچہ جب میں نے قریب ہو کر دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ اس درخت کی جڑوں کے درمیان والی مٹی میں نورانی چہرے والے ایک باریش آدمی کی میت دفن کی گئی تھی۔ اس میت کو درخت کی جڑوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ درخت کے اکھڑنے کی وجہ سے اس کی جڑوں میں سے مٹی گر گئی، جس کی وجہ سے اس کی میت نظر آرہی تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا جسم اور کفن بالکل صحیح سلامت تھے۔

بعد میں ہم نے غور کیا کہ یہ درخت تقریباً ایک سو سال پہلے لگایا گیا تھا۔ جوں جوں درخت بڑھتا گیا اس کی جڑیں اس آدمی کی میت کو چاروں طرف سے گھیرتی گئیں۔ معلوم نہیں کہ اس آدمی کو اس درخت کے لگنے سے کتنا پہلے دفن کیا گیا تھا؟

قبر کیا سلوک کرتی ہے؟

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جنازہ پڑھنے گئے...... اب ذرا غور کیجیے گا،

کیونکہ یہ عاجز جو نکتہ آپ کے ذہن میں بٹھانا چاہتا ہے وہ فوراً آپ کے ذہن میں آ جائے گا...... جنازہ پڑھنے کے بعد قبرستان میں ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا: حضرت! آپ تو اس جنازہ کے سرپرست تھے، آپ پیچھے کیوں کھڑے ہو گئے؟ فرمانے لگے کہ مجھے اس قبر میں سے ایسے آواز محسوس ہوئی جیسے یہ میرے ساتھ ہم کلامی کر رہی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ قبر نے آپ کے ساتھ کیا ہم کلامی کی؟ فرمایا کہ قبر نے مجھ سے یہ ہم کلامی کی کہ اے عمر! تو مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتا کہ جو بندہ میرے اندر آتا ہے تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں؟ میں نے کہا: بتا دو۔ قبر کہنے لگی کہ میں اس کے ساتھ یہ سلوک کرتی ہوں کہ

- اس کے گوشت کو کھا جاتی ہوں
- اس کی انگلیوں کے پوروں کو اس کے ہاتھوں سے جدا کر دیتی ہوں
- اس کے ہاتھوں کو اس کے بازوؤں سے جدا کر دیتی ہوں
- اس کے بازوؤں کو اس کے جسم سے جدا کر دیتی ہوں
- یوں اس کی ہڈیوں کو جدا کر کے ان کو بھی کھا جاتی ہوں

قبر میں عذابِ الٰہی کے مناظر:

یہ واقعہ اس عاجز نے ایک مرتبہ ایک ملک میں سنایا۔ اس محفل میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر، ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور سائنسدان قسم کے لوگ بلائے گئے تھے۔ محفل کے اختتام پر ایک سائنسدان صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے: حضرت! کیا آپ نے یہ واقعہ کسی کتاب میں پڑھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں (1) یہ واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل صدقات'' میں نقل فرمایا ہے۔ وہ کہنے لگے: حضرت! کیا آپ یہ

سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیں گے؟ میں نے کہا: بھئی! آپ کا کیا مطلب ہے؟ وہ کہنے لگے: حضرت! یہ چیز یہاں ایک جگہ آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ میں اس کی بات سن کر بڑا حیران ہوا۔ وہ کہنے لگے: حضرت! آپ تین گھنٹے فارغ کریں اور میں آپ کو لے جا کر یہ سب منظر آنکھوں سے دکھاؤں گا۔ مجھے اور زیادہ حیرانی ہوئی، میں نے کہا: ٹھیک ہے، کل چلیں گے۔

اگلے دن وہ ڈاکٹر صاحب وقت پر ہی آ گئے اور ہمیں ایک میوزیم (عجائب گھر) میں لے گئے۔ اس عجائب گھر کے اندر ان کافروں نے حنوط شدہ لاشیں رکھی ہوئی تھیں...... اس اسٹیج پر بیٹھ کر میں یہ بات بڑی ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں، میں باوضو ہوں، مسجد میں بیٹھا ہوں اور سو فیصد صحیح بات کہہ رہا ہوں......انہوں نے اس عجائب گھر میں شیشے کے کمرے بنائے ہوئے تھے۔

جب پہلے کمرے میں گئے تو اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے۔ جب ہم اندر گئے تو ہمیں ایک لاش نظر آئی، جس پر انہوں نے کیمیکل لگا کر اسے ہر چیز سے بچایا ہوا تھا......اس کو ''حنوط شدہ لاش'' کہتے ہیں۔ انگلش میں اس کو Mummy (ممّی) کہتے ہیں......انہوں نے کہا کہ جب کوئی بندہ مرتا ہے تو وہ اس حالت میں ہوتا ہے، ہم نے اس کو کیمیکل لگا کر یہاں رکھ دیا ہے۔ ہم اس لاش کو دیکھ کر حیران ہوئے۔

پھر وہ دوسرے کمرے میں لے کر گیا۔ وہاں ایک پلیٹ پر لکھا ہوا تھا کہ یہ آدمی مرا، ہم نے اسے قبر میں ڈالا اور چند دنوں کے بعد ہم نے قبر کو کھولا اور جس حالت میں اس کی لاش کو پایا، ہم نے اسی حالت میں اس پر کیمیکل چھڑک کر یہاں رکھ دیا۔ ہم نے جب اس بندے کو دیکھا تو اس کا باقی سارا جسم ٹھیک تھا، مگر اس کی دونوں آنکھوں کے ڈھیلے ڈھلک
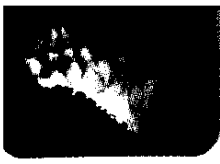
کر اس کے رخساروں پر آچکے تھے اور ان میں کیڑے پڑ چکے تھے...... معلوم ہوا کہ قبر کے اندر بندے کے جسم میں جو سب سے پہلی تبدیلی آتی ہے وہ یہ ہے کہ آنکھوں کے ڈھیلے ڈھلک کر رخساروں پر آجاتے ہیں اور ان میں کیڑے پڑ جاتے ہیں...... جن آنکھوں سے غیر اللہ کو محبت کی نظر سے دیکھتا تھا ان پر سب سے پہلے کیڑے چمٹتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے! تیری آنکھیں قابو میں نہیں تھیں، تُو غیر اللہ کو چاہتوں اور محبتوں سے دیکھتا تھا، مگر یہ حق تیرے پروردگار کا تھا، لیکن تجھے غیر محرموں کے چہرے اچھے لگتے تھے۔

اس کے بعد ہم تیسرے کمرے میں گئے۔ اس کمرے میں پڑی ہوئی لاش کی آنکھوں کے ڈھیلوں کو بھی کیڑوں نے کھالیا تھا، مگر اب اس کے ہونٹوں کو بھی کیڑے کھا چکے تھے۔ صرف دانتوں کی بتیسی نظر آرہی تھی۔ اس کے علاوہ باقی لاش ٹھیک تھی...... تو دوسری تبدیلی یہ آئی کہ اس کے منہ میں کیڑے پڑ گئے اور کیڑوں نے اس کے ہونٹوں کو کھالیا۔ جس کی وجہ سے دور سے اس کے دانت نظر آرہے تھے۔

معلوم ہوا کہ جس زبان سے انسان اللہ کے شکوے کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ غلط محبت بھری باتیں کرتا ہے، اس زبان کو کیڑے کھا جاتے ہیں۔

پھر ہم چوتھے کمرے میں گئے۔ ہم نے وہاں بھی دیکھا کہ آنکھوں سے ڈھیلے نکلے ہوئے تھے اور ان کو کیڑوں نے کھالیا تھا اور زبان کو بھی کیڑوں نے کھالیا تھا۔ اس کے علاوہ ہم نے دیکھا کہ اس کا پیٹ پیالے کی طرح بنا پڑا ہے اور اس پیالے کے اندر کیڑے پڑے ہوئے ہیں...... جس پیٹ میں حرام ڈالتا تھا اب اس میں کیڑے پڑ چکے تھے اور اسے کھا رہے تھے۔

پھر اگلے کمرے میں دیکھا کہ کیڑوں نے پھیلنا شروع کر دیا تھا۔ بالآخر ایک ایسے

کمرے میں گئے جہاں کیڑوں نے جسم کا پورا گوشت کھالیا تھا، فقط ہڈیاں موجود تھیں...... پھر اگلے کمروں میں ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کی حالت کا مشاہدہ کیا...... اور جب ہم آخری کمرے میں پہنچے تو وہاں لکھا ہوا تھا کہ جب ہم نے اس قبر کو کھودا تو فقط ریڑھ کی ہڈی کا اتنا سا حصہ باقی تھا، باقی سب ہڈیوں کو بھی مٹی نے کھالیا تھا۔

یہ سب معاملات انسان کو قبر کے اندر پیش آتے ہیں۔ ہماری کتابوں میں یہ باتیں لکھی ہوئی ہیں اور اس ملک کے کافروں نے قبر میں جو تبدیلی دیکھی اسے حنوط شدہ لاشوں کی صورت میں لوگوں کے لیے Display (نمائش) بنایا ہوا تھا، مگر وہ کون سی لاشیں ہوتی ہیں جن کو مٹی اور کیڑے کھاتے ہیں؟ یہ ان لوگوں کی لاشیں ہوتی ہیں جو گناہ کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے اندر گناہوں کے اثرات ہوتے ہیں، اس لیے مٹی اور کیڑے ان کی لاشوں کو کھاتے ہیں اور جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں اور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں، چونکہ انہوں نے اپنے علم اور ارادے سے گناہ نہیں کیا ہوتا اس لیے ان کی لاشیں قبروں میں محفوظ رہتی ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں تو حدیث پاک میں آگیا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا کہ وہ ان کو کھائیں۔

(صحیح ابن خزیمہ، حدیث: ۱۷۳۳، ابوداؤد، حدیث: ۱۰۴۹)

اسی طرح جو انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں اور وہ گناہوں سے اپنے جسموں کو بچاتے ہیں، چونکہ ان کے جسموں میں گناہوں کی نجاست نہیں ہوتی، اس لیے جب ان کے جسموں کو قبروں میں رکھ دیتے ہیں تو اللہ کی زمین ان کے جسموں کو بھی نہیں گلا سکتی اور کیڑے بھی ان کے جسموں میں نہیں پڑ سکتے۔ اسی لیے بعض اولیاء اللہ کے جسم قبرستان کی کھدائی کے وقت بالکل صحیح سالم پائے گئے، کیونکہ ان کے جسم میں گناہوں کے اثرات نہیں تھے۔

مٹی میں پھول......!!!
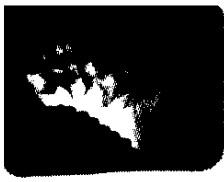
کئی ایسے نیکوکار بھی ہوتے ہیں کہ قبر کی مٹی نے ان کے جسموں میں کیڑے تو کیا ڈالنے، ان کے جسم کی خوشبو قبر کی مٹی کو بھی خوشبودار بنا دیتی ہے۔

(1) آپ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ تو سنا ہوگا کہ جب ان کو قبر میں دفن کیا گیا تو قبر کی مٹی سے خوشبو آتی رہی۔ وہ سمرقند سے تقریباً بائیس میل کے فاصلے پر ''خرتنگ'' نامی گاؤں میں مدفون ہیں۔ اس عاجز کو وہاں جا کر چند دن گزارنے کا موقع ملا۔ ان کا مزار مہمان خانے اور مسجد کے درمیان تھا، لہٰذا ہم جب بھی مہمان خانے سے مسجد کی طرف جاتے تو ان کے مزار کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک عجیب طرح کی خوشبو محسوس کرتے۔ میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ کیا لوگ یہاں آ کر عطر چھڑکتے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ کوئی ایک بندہ بھی عطر نہیں چھڑکتا، آپ دیکھیں کہ اردگرد ہر جگہ ماربل ہے، یہاں کوئی کچھ نہیں کر سکتا، البتہ میں اتنے سالوں سے امام اور خطیب ہوں، میں جب بھی اس جگہ سے گزرتا ہوں مجھے ہمیشہ اس جگہ سے خوشبو آتی ہے۔ اللہ اکبر......!

وہ کہنے لگے کہ لوگ یہاں خوشبو سونگھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا: حضرت! مجھے تو کوئی حیرانی نہیں ہو رہی۔ کہنے لگے: کیا آپ حیران نہیں ہو رہے کہ وہاں سے گزرتے ہوئے خوشبو آتی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! مجھے حیرانی نہیں ہو رہی۔ کہنے لگے کہ آپ اس بات سے کیوں حیران نہیں ہو رہے؟ میں نے کہا: اس لیے کہ:

؎ گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم تو مشکے یا عنبرے
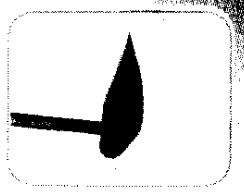
کہ از بوئے دل آویز تو مستم

بگفتا من گل ناچیز بودم

و لیکن مدتے باگل نشستم

جمال ہمنشیں در من اثر کرد

وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

''ایک دن خوشبودار مٹی مجھے حمام میں اپنے محبوب کے ہاتھ سے ملی، میں نے اس سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر کہ میں تیری دل آویز خوشبو سے مست ہو گیا؟ اس نے کہا کہ میں ایک کم قیمت مٹی ہوں، لیکن کچھ وقت ایک پھول کے ساتھ رہ چکی ہوں، اپنے ہم نشین کے جمال نے مجھ پر اثر کیا، ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں۔''

(2) ایک مرتبہ انڈیا میں طاعون کی بیماری پھیلی۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ اسی طاعون میں انہیں شہادت ملے گی...... حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو طاعون کی بیماری میں مرا وہ شہیدِ آخرت میں سے ہے...... (جامع الاحادیث للسیوطی، حدیث: ۱۳۹۹۲)

جب ان کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر کی مٹی میں سے بھی خوشبو آتی تھی۔

(3) حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو لاہور میں ''میانی شریف'' کے قبرستان میں دفن کیا گیا تو ان کی قبر کی مٹی میں سے بھی خوشبو آیا کرتی تھی۔ بعد میں ان کے لواحقین نے دعا مانگی کہ اے اللہ! اس خوشبو کو ختم فرما دیجیے، ورنہ لوگ مٹی اٹھا کر گھر لے جائیں گے...... عوام الناس کا تو یہی حال ہوتا ہے...... چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی وجہ سے اس خوشبو کو لوگوں پر ظاہر ہونا ختم فرما دیا، البتہ ہم یقین کرتے ہیں کہ ان کی قبر کے اندر اب بھی خوشبو موجود ہوگی...... یہ خوشبو کیوں ہوتی ہے؟ یہ حقیقت میں
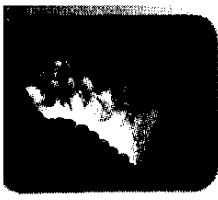
نیکیوں کی خوشبو ہوتی ہے۔

ایک مسلمہ حقیقت:

یہ بات سمجھ لیں کہ ہم جب بھی گناہ کرتے ہیں اس وقت اپنے اوپر نجاست مسل رہے ہوتے ہیں۔ اگران نجاستوں کو ہم توبہ کیے بغیر اپنے ساتھ لے کر قبر میں چلے گئے تو وہاں یہ نجاست ضرور بدبو پھیلائے گی اور بدبو سے کیڑے پیدا ہوں گے، پھر ہمارے جسم کو کیڑے ہی کھائیں گے، اور کیا ہوگا؟ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم گناہوں سے بچیں اور اپنے جسم میں نیکی کی خوشبو پیدا کریں، پھر آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی خوشبو کے اثرات دکھائیں گے اور آخرت میں بھی انشاء اللہ اس کے اثرات ملیں گے۔ تاہم یہ بات ایک مسلمہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے کہ جب تک ہم اپنے دل سے گناہوں کا میل کچیل نہیں اتاریں گے اس وقت تک ہمیں اللہ رب العزۃ کا وصل نصیب نہیں ہو سکے گا۔

اس کی ایک مثال سن لیجیے! ایک مرتبہ ہمیں مسکین پور شریف جانے کا موقع ملا۔ وہاں ایک چھوٹی سی دیوار تھی۔ اسے طلباء اونچا کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ سیمنٹ کی ایک بوری لے آئے۔ اینٹیں بھی منگوالیں اور خود ہی مسالہ بنا کر ذرا اونچی دیوار بنا دی، مگر کچھ عرصے کے بعد اوپر کی بنی ہوئی دیوار خود بخود گر گئی۔ وہ اینٹیں آپس میں تو مضبوطی سے جڑی ہوئی تھیں، مگر پہلے والی دیوار کے ساتھ اس کا جوڑ ٹھیک نہ لگ سکا تھا، طلباء پھر پریشان ہوئے۔ پھر انہوں نے کچھ عرصے کے بعد دوبارہ پیسے جمع کیے اور سیمنٹ خرید کر دوبارہ دیوار بنائی، مگر وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا۔ یہ عاجز وہاں گیا ہوا تھا تو ان میں سے کچھ طلباء نے کہا کہ سنا ہے آپ انجینئر ہیں، لہٰذا آپ بتا دیجیے کہ ہم کہاں غلطی کر رہے ہیں؟ اس عاجز نے ان سے عرض کیا کہ آپ مسالہ بھی ٹھیک بنا رہے ہیں، پانی بھی پورا ڈال
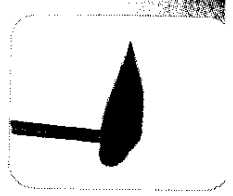
رہے ہیں، اینٹوں کو بھی گیلا کر رہے ہیں، مگر ایک کوتاہی بھی کر رہے ہیں۔ وہ کوتاہی یہ ہے کہ پرانی دیوار کے اوپر مٹی جمی ہوئی ہے، آپ لوگوں نے موٹی موٹی مٹی اتار دی ہے، لیکن اس کو اچھی طرح صاف نہیں کیا، لہٰذا آپ لوہے کا برش لے کر اس کو پرانی دیوار کی اینٹوں پر اچھی طرح رگڑیں، حتیٰ کہ ان پر مٹی اور میل کچیل ختم ہو جائے۔ چنانچہ طلباء نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے اچھی طرح رگڑ رگڑ کر دیوار کے اوپر کی سطح کو بالکل صاف کر دیا اور پھر سیمنٹ کی مدد سے دیوار بنا دی۔ وہ دیوار بالکل صحیح دیوار کی طرح مضبوط اور یک جان بن گئی۔ طلبا بڑے حیران ہوئے۔ اس وقت اس عاجز نے موقع غنیمت جانتے ہوئے ان طلباء کو سمجھایا کہ یہاں سے معرفت کی ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب تک پرانی اینٹیں میلی تھیں ان کا نئی اینٹوں کے ساتھ جوڑ پکا نہ ہو سکا، یہی حالت ہمارے قلب کی ہے، جب تک قلب کے اوپر گناہوں کی میل مٹی رہے گی تب تک اس دل کا تعلق اللہ رب العزۃ کی پاک ذات کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

عزیز طلباء! ہمیں چاہیے کہ ہم گناہوں سے سچی پکی توبہ کریں۔ جب تک ہم گناہوں کی جان نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک پریشانیاں ہماری جان نہیں چھوڑیں گی۔

گناہوں کے مضر اثرات:

یاد رکھنا کہ اگر ہم گناہ کریں گے تو گناہوں کے اثرات سے نہیں بچ سکیں گے، کیونکہ اللہ رب العزۃ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا يُّجۡزَ بِهٖ﴾ (النساء: ۱۲۳)

”جس نے بھی برائی کی اس کو اس کی سزا ملے گی۔“

یہاں یہ قرآنی اصول سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جس نے بھی گناہ کیا اس گناہ کا وبال اس
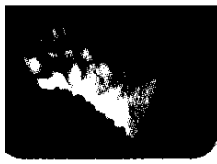
پر ضرور آئے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ﴾ (یونس: ۲۳)

''تمہاری یہ سرکشی درحقیقت تمہارے اپنے خلاف پڑ رہی ہے۔''

گناہوں کا وبال ضرور آتا ہے، اس میں کوئی استثناء نہیں ہے کہ طالب علموں کو چھوڑ دیا جائے گا، یا علماء کو چھوڑ دیا جائے گا، یا صوفیوں کو چھوڑ دیا جائے گا، نہیں! اثرات ضرور پڑیں گے۔

...... برف ہو اور ٹھنڈی نہ لگے

...... آگ ہو اور گرم نہ لگے

...... گناہ ہو اور اس کے برے اثرات نہ ہوں، یہ کیسے ممکن ہے؟

یاد رکھیں کہ گناہوں کی سزا ضرور ملتی ہے، خواہ ہمیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ بعض اوقات تو واقعی ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے کن کن نعمتوں سے محروم ہو رہے ہیں...... گناہوں کے کیا کیا برے اثرات ہوتے ہیں؟ اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں:

- گناہوں کی وجہ سے انسان کی قوتِ حافظہ کمزور ہو جاتی ہے۔ اکثر طالب علم یہی شکایت کرتے ہیں کہ حضرت! مجھے باتیں یاد نہیں رہتیں، مطالعہ کرتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے استاد سے یہی سوال کیا تھا۔ پھر اس کو شعر کی صورت میں یوں لکھا:

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيعٍ سُوْءَ حِفْظِي
فَاَرْشَدَنِي اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِي
وَأَخْبَرَنِي بِأَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ
وَنُوْرُ اللهِ لَا يُهْدٰى لِعَاصِي

(دیوان الامام الشافعی: ص ۶۱)
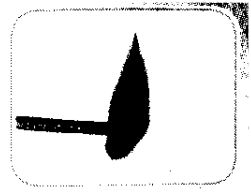
''میں نے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی، پس انہوں نے مجھے تلقین کی کہ (اے طالب علم!) گناہوں سے بچ جاؤ، اور مجھے بتایا کہ علم (اللہ تعالیٰ کا) ایک نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور کسی گنہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔''

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ گناہوں سے بچنے کی وجہ سے انسان کی قوتِ حافظہ اچھی ہوتی ہے، لہٰذا جو طلباء پوچھتے ہیں کہ حضرت! قوتِ حافظہ اچھی ہونے کا کوئی وظیفہ بتائیں، وہ سن لیں کہ قوتِ حافظہ بڑھانے کا سب سے بڑا وظیفہ یہ ہے کہ گناہوں سے بچ جایئے، قوتِ حافظہ میں خود بخود اضافہ ہوجائے گا۔ یاد رکھیں کہ جیسے معتکف کو ہر وقت ثواب مل رہا ہوتا ہے اسی طرح مدرسے میں رہتے ہوئے طالب علم کو بھی ہر وقت ثواب مل رہا ہوتا ہے..... کھانے پر بھی ثواب..... سونے پر بھی ثواب..... لیٹنے پر بھی ثواب..... پڑھنے پر بھی ثواب..... حتیٰ کہ ہر ہر عمل پر طالب علم کو ثواب مل رہا ہوتا ہے، کیونکہ وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے۔ اس لیے طلبہ کو چاہیے کہ وہ گناہوں سے بچیں، ورنہ گناہوں کا وبال ضرور آئے گا۔

(2) انسان گناہوں کی وجہ سے جسمانی قوۃ کی نعمت سے محروم ہوجاتا ہے، مثلاً: وہ آکر کہتا ہے کہ حضرت! میں کمزور ہوگیا ہوں، نظر بھی کمزور ہوگئی ہے، اٹھتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجاتا ہے، ہاضمہ خراب ہوگیا ہے، وضو قائم نہیں رہتا۔ ایسے حضرات کو چاہیے کہ وہ من چاہی زندگی کو چھوڑ کر رب چاہی زندگی کو اختیار کریں اور لوہے کا لنگوٹ کس کر باندھ لیں، ان شاء اللہ! ان پر مہربانی ہوگی اور اس کی یہ پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔

(3) گناہ کا اگر کسی اور کو پتہ چل جائے تو عزت کے بجائے الٹا ذلت ملتی ہے۔ عورتوں کے سروں سے دوپٹے اتر جاتے ہیں، مردوں کے سروں سے پگڑیاں اچھل جاتی ہیں،

بلکہ سر میں جوتے بھی پڑتے ہیں اور اگر کامیاب طریقے سے چھپ چھپ کر بھی گناہ کرلیا تو بھی گناہوں کے برے اثرات سے نہیں بچ سکے گا۔

4 برائی کا اثر لوٹ کر اپنے اہل پر آتا ہے۔ قرآن عظیم الشان میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ (الفاطر: ۴۳)

''حالانکہ بری چالیں کسی اور کو نہیں، خود اپنے چلنے والوں ہی کو گھیرے میں لے لیتی ہیں۔''

جب انسان گناہوں کی تدبیر دل میں رکھتا ہے، اس کی سوچ رکھتا ہے تو یہ چیز اس کے اہل پر لوٹتی ہے۔ کوئی نوجوان یہ نہ سمجھے کہ ہم ہی غیر محرم کو میلی نظر سے دیکھتے ہیں، جی ہاں! یہ نظریں ہمارے اہل کی طرف بھی لوٹ سکتی ہیں۔

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم دوسروں کی عورتوں سے پرہیزگاری کا معاملہ کرو، پھر تمہاری اپنی عورتوں کے ساتھ بھی پرہیزگاری کا معاملہ کیا جائے گا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ۶/ ۲۴۱)

اس اصول کو مدِ نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ جو بندہ دوسروں کی عزت خراب کرتا ہے اس کی خود اپنی عزت بھی خراب ہوتی ہے۔

ایک سنار تھا، اس کی بیوی نہایت خوب صورت اور خوب سیرت تھی۔ ایک دن وہ دوپہر کے وقت کھانا کھانے گھر گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی زار و قطار رو رہی تھی۔ اس نے پوچھا: اللہ کی بندی! کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ یہ چھوٹا سا یتیم بچہ جو ہم نے گود میں لے کر پالا تھا، اب سترہ سال کا ہو چکا ہے۔ آج میں نے اسے سبزی لینے بازار بھیجا۔ جب واپس آکر سبزی دینے لگا تو اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر دبا دیا۔ مجھے اس کی نیت میں فتور نظر آیا۔ مجھے بہت زیادہ صدمہ ہوا ہے کہ میں اس کے لیے ماں کی حیثیت
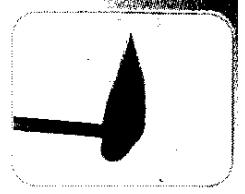
رکھتی ہوں اور اس کی میرے بارے میں یہ سوچ ہے، میں اسی صدمے کی وجہ سے بیٹھی رو رہی ہوں کہ وفا دنیا سے اٹھ گئی ہے۔ یہ بات سن کر سنار کی آنکھوں میں سے بھی آنسو آ گئے۔ بیوی کہنے لگی: اب آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ اس بچے کی کوتاہی نہیں، بلکہ یہ میری اپنی کوتاہی ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا کہ آج میرے پاس عورتیں چوڑیاں خریدنے کے لیے آئیں۔ ان میں سے ایک عورت چوڑی پہننا چاہتی تھی، مگر اس سے پہنی نہیں جا رہی تھی، اس نے مجھے کہا کہ آپ مجھے چوڑی پہنا دیں۔ جب میں نے اسے چوڑی پہنائی تو مجھے اس کے ہاتھ اچھے لگے، اس لیے میں نے چوڑی پہنانے کے دوران اس کے ہاتھوں کو شہوت کے ساتھ دبا دیا تھا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری بیوی کا ہاتھ کسی اور نے شہوت کے ساتھ دبا دیا۔

اگر ہم اپنی نظریں اِدھر اُدھر دوڑاتے پھریں گے تو ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں دوسروں کی ہوس بھری نظروں سے محفوظ نہیں رہیں گی۔ خاوند کیا سمجھتے ہیں کہ ہم جس پر چاہیں نظروں کے تیر پھینکتے رہیں اور ہماری بیویاں بچی رہیں گی؟ نہیں! ہماری ان حرکتوں کا وبال لوٹ کر ہمارے اہل پر آئے گا۔

- گناہوں کی وجہ سے انسان مناجات کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا۔ اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ ایک مرتبہ وہ دعا مانگتے ہوئے کہنے لگا: اے اللہ! میں نے تو آپ کی نافرمانی کی، مگر آپ نے مجھ پر اپنی نعمتیں برقرار رکھیں، یہ تیرا کتنا بڑا احسان ہے! اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں بات ڈالی کہ تمہیں اس کی سزا مل رہی ہے، مگر چونکہ تمہاری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں، اس لیے تمہیں وہ سزا نظر نہیں آ رہی۔ اس نے فوراً دعا مانگی کہ اے اللہ! آپ واضح فرما دیجیے کہ مجھے گناہوں کی سزا کیسے مل رہی ہے؟ اللہ رب العزۃ نے دل میں بات ڈالی کہ کیا تم محسوس
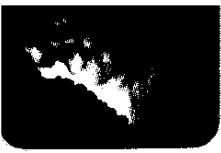
نہیں کرتے کہ جب سے تم نے یہ گناہ شروع کیا ہے ہم نے اسی دن سے تمہیں اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیا ہے؟

(التوبۃ وظیفۃ العمر: ص ۲۸، صید الخاطر)

⑥ گناہوں کی وجہ سے تہجد کی پابندی چھین لی جاتی ہے۔ ایک آدمی دعا مانگتے ہوئے رو رہا تھا۔ کسی دوسرے آدمی نے دیکھ کر سوچا کہ یہ ریاکاری کی وجہ سے رو رہا ہے۔ اس کی اس بدگمانی کی وجہ سے اسے چھ ماہ تک تہجد کی پابندی سے محروم کر دیا گیا۔

⑦ اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے انسان کو تکبیر اولیٰ کی پابندی سے محروم کر دیتے ہیں۔ ہم سے سنتیں چھوٹ رہی ہوتی ہیں اور ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کتنی بڑی نعمت سے محروم ہو رہے ہیں۔ ہم سے مختلف اوقات کی مسنون دعائیں دانستہ طور پر چھوٹ رہی ہوتی ہیں اور ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم اپنا کتنا نقصان کر رہے ہوتے ہیں!

⑧ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے دل میں گناہ کا گھناؤنا پن کم ہو جاتا ہے اور انسان گناہ کو ہلکا سمجھ کر کرتا رہتا ہے۔ مؤمن مرد گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے سر پر پہاڑ آ گیا ہو، جو ابھی آ کر گرے گا اور فاسق سمجھتا ہے کہ مکھی بیٹھی تھی، اڑا دی۔

⑨ گناہوں کی وجہ سے علوم و معارف سمجھنے کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور بندے کو پتہ ہی نہیں ہوتا۔

⑩ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے علم پر عمل کرنے کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ اس عاجز کے پاس دورۂ حدیث کے ایک طالب علم کو اس کا والد لے کر آیا اور کہنے لگا: حضرت! میرا یہ بیٹا دورۂ حدیث کا طالب علم ہے، یہ پابندی سے نمازیں نہیں پڑھتا۔ آپ دعا فرما دیں کہ یہ پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں پڑھنی شروع کر دے۔

⑪ گناہوں کی وجہ سے علم کا فیض جاری نہیں ہوتا اور انسان ابتر یعنی روحانی طور پر

لاولد بن جاتا ہے۔

12 گناہوں کی وجہ سے انسان کی بات کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج واعظِ خوش الحان تو مل جاتے ہیں، مگر ان کی باتیں سر کے اوپر سے گزر جاتی ہیں۔

13 اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اس انسان کے ماتحت لوگ اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ جب بھی میں نے اللہ کی نافرمانی کی تو اس کا اثر میں نے اپنی سواری میں دیکھا کہ میرا حکم نہیں مانتی تھی اور میرے قابو میں نہیں آتی تھی۔ گویا جب انہوں نے اپنے رب کا حکم ماننے میں کوتاہی کی تو ان کے ماتحتوں نے ان کا حکم ماننے میں کوتاہی کی۔ (دروس للشیخ عائض القرنی)

14 گناہوں کی وجہ سے انسان ہر وقت Tension (پریشانی) کا شکار رہتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان گناہ کا ارتکاب بھی کرے اور اسے ہمیشہ کا سکون بھی نصیب ہو جائے۔ آج لوگ گناہ کے راستے سے سکون کے متلاشی نظر آتے ہیں، جب کہ یہ ان کی خام خیالی ہے۔ سکون اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب کہ اللہ کی رضا والے کام کیے جائیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بڑے بڑے ہوٹلوں میں ''بوفے سسٹم'' ہوتا ہے، ایک ٹرے میں بہت سارا کھانا رکھ دیتے ہیں اور ہر ٹرے کے نیچے ایک بتی جلا دیتے ہیں، اس بتی کا کام ہوتا ہے کھانا گرم رکھنا، جتنی دیر کھانا رکھا رہتا ہے وہ گرم رہتا ہے، اسی طرح جو بندہ بھی گناہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پریشانی کی بتی سلگا دیتے ہیں۔ اس کے دل کو پریشان رکھتے ہیں، جب تک توبہ نہیں کرے گا، اس کا دل پریشان رہے گا، کبھی بیوی کی طرف سے پریشانی، کبھی صحت کی طرف سے پریشانی، کہیں نہ کہیں پریشانی کی بتی جل رہی ہوگی۔ پریشان ہو رہا ہوگا، ڈپریشن (Depression) میں وقت گزر رہا ہوگا۔
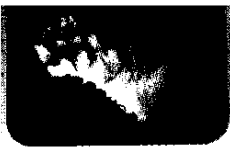
گناہ کی سزا کی تین صورتیں:

بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال بھی اس پر ضرور پڑتا ہے...... توجہ فرمایئے گا! علماء نے لکھا ہے کہ گناہ کی سزا تین طرح سے ملتی ہے:

① ایک کو ''نکیر'' کہتے ہیں، یعنی گناہ کیا اور ادھر کوئی مصیبت پڑ گئی۔ کئی لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ ایک آدمی میرے پاس آ کر کہنے لگا: حضرت! میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں کسی کا دل دکھاتا ہوں تو میرا کوئی نہ کوئی نقصان ہو جاتا ہے۔ اب وہ کسی کا دل دکھانے سے بہت گھبراتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کا اثر دنیا میں ضرور دیکھتا ہے۔ کبھی کوئی مصیبت آ پڑتی ہے اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس کے ماتحتوں کو اس کا نافرمان بنا دیتے ہیں، مثلاً: بیوی ہٹ دھرم اور ضدی مل جاتی ہے، جو گھر کے سکون کی تباہی کا باعث بنتی ہے، یا پھر اولاد میں سے کوئی ایسا بن جاتا ہے جو اسے موٹے موٹے آنسوؤں سے رلاتا ہے۔ یہ اس گناہ کی نقد سزا مل رہی ہوتی ہے۔ اسے ''نکیر'' کہتے ہیں۔

② کبھی کبھی گناہ کی سزا ملنے میں ''تاخیر'' ہو جاتی ہے۔ تاخیر سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو فوری طور پر سزا نہیں دیتے، بلکہ کچھ دیر کے بعد سزا دیتے ہیں۔ انسان گناہ تو جوانی میں کرتا ہے اور سزا بڑھاپے میں ملتی ہے اور بڑھاپے کی سزا بڑی عبرتناک ہوا کرتی ہے۔ فرض کریں کہ بڑھاپے میں بیوی نافرمان بن جائے اور اس وقت اولاد جوان ہو چکی ہو، اور وہ اولاد ماں کا ساتھ دینے والی ہو تو پھر بوڑھے کا جو بڑھاپا گزرے گا وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکے گا۔ یا بڑھاپے میں کوئی ایسی بیماری لگا دی کہ دوسروں کا محتاج ہو گیا۔ اس صورت میں بھی بندہ سزا بھگت رہا ہوتا ہے۔

ایک صاحب اس عاجز کے پاس آ کر کہنے لگے: حضرت! میں گناہ بھی کوئی نہیں کرتا،
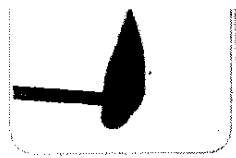
لیکن بڑی پریشانی رہتی ہے۔ میں نے کہا: آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے زندگی میں جتنے بھی گناہ کیے، کیا ان سب گناہوں سے سچی توبہ کرلی ہے؟ یا کچھ گناہ ایسے بھی ہیں کہ جن سے ابھی توبہ نہیں کی؟ کہنے لگے: جی نہیں، کچھ گناہ ایسے ہوں گے کہ جن سے ابھی توبہ نہیں کی۔ میں نے کہا: وہ گناہ نامۂ اعمال میں تو لکھے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا آسکتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مریدان کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس نے ایک بے ریش عیسائی لڑکے کو دیکھا تو حضرت سے پوچھنے لگا: حضرت! اللہ ایسے چہروں کو بھی جہنم میں ڈال دے گا؟ اس کی بات سے حضرت سمجھ گئے کہ اس نے شہوت کی نظر سے اس کو دیکھا ہے۔ حضرت نے اسے فرمایا کہ توبہ کرو، کیونکہ تم نے اسے بری نظر سے دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگا: جی نہیں! میں تو ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔ چنانچہ اس نے توبہ نہ کی اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حافظِ قرآن تھا، اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے بیس سال بعد قرآن پاک کے حفظ کے نور سے محروم ہوگیا، یعنی وہ قرآن بھول گیا۔ (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات: ص ۶۴)

(۹) کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''خفیہ تدبیر'' ہوتی ہے۔ خفیہ تدبیر یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے باوجود اس کو نعمتیں دیتے رہتے ہیں، تاکہ یہ اچھی طرح ان نعمتوں کو استعمال کر کے غافل ہوجائے اور پھر آخرت کی بڑی سزا کا مستحق بن جائے۔ اس لیے یاد رکھیے کہ جب انسان گناہ کر رہا ہو اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھی دیکھ رہا ہو تو یہ بہت ڈرنے کی بات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾ (الانعام: ۴۴)
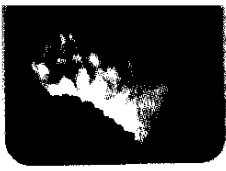
''پھر انہیں جو نصیحت کی گئی تھی، جب وہ اسے بھلا بیٹھے تو ہم نے ان پر ہر نعمت کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جو نعمتیں انہیں دی گئی تھیں، جب وہ ان پر اِترانے لگے تو ہم نے ان کو اچانک آ پکڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بالکل مایوس ہو کر رہ گئے۔''

کئی مرتبہ انسان اس کو سزا سمجھتا ہی نہیں اور یہ سب سے بڑی سزا ہوتی ہے اور بندے کو محسوس ہی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان تینوں میں سے کسی نہ کسی ایک صورت میں گناہوں کی سزا ضرور دیتے ہیں۔ اسی لیے کسی نے کہا:

؎ عدل و انصاف فقط حشر پر موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

چھ کام بے فائدہ ہوتے ہیں:

چھ کام بے فائدہ ہوتے ہیں:

1. انسان یہ سمجھے کہ میرے دل میں اللہ کا بہت خوف ہے، مگر وہ گناہوں سے نہ بچے، تو یہ خوف بے فائدہ ہے۔
2. جو انسان یہ کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے بڑی امیدیں ہیں، مگر وہ عمل کرنے کی کوشش نہ کرے، تو یہ امید بھی بے فائدہ ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ عمل کی کوشش ضرور کرے۔
3. آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا تو مانگے، مگر اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن نہ ہو تو وہ دعا بھی بے فائدہ ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تو اللہ تعالیٰ سنتا ہی نہیں۔ جب حسنِ ظن ہی نہیں ہوگا تو پھر دعا کیا قبول ہوگی......؟!
4. ندامت کے بغیر استغفار کرنا بے فائدہ ہوتا ہے۔

5 اصلاحِ باطن کے بغیر ظاہر بے فائدہ ہوتا ہے۔

6 اخلاص کے بغیر عمل بے فائدہ ہوتا ہے۔

سوچنے کی بات:

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو کتابیں آج کے طالب علم پڑھتے ہیں ہو بہو یہی کتابیں ہمارے اکابر نے بھی پڑھیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی صحاحِ ستہ پڑھیں، اس وقت کی صحاحِ ستہ کوئی اور نہیں تھیں۔ اسی قرآن پاک کی تفسیر پڑھی، ان کے پاس کوئی علیحدہ انوکھا قرآن نہیں تھا، جو احادیث آج دورۂ حدیث کا طالب علم پڑھ رہا ہوتا ہے ان حضرات نے بھی یہی کچھ پڑھا، جب سب کتابیں ایک جیسی ہیں تو پھر

- ہر طالب علم قاسم نانوتوی کیوں نہیں بنتا؟
- ہر طالب علم انور شاہ کشمیری کیوں نہیں بنتا؟
- ہر طالب علم شیخ الہند محمود الحسن کیوں نہیں بنتا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابیں تو انہوں نے بھی یہی پڑھیں، مگر انہوں نے کتابوں کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بچ کر تقویٰ والی زندگی گزاری اور ان علوم کے انوارات اپنے سینوں میں بھر لیے۔ یوں ان کے سینے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے خزینے بن گئے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج طلباء کے دلوں پر تالے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ دلوں میں محبتِ الٰہی کی کیفیات کیوں نہیں آتیں؟ حالانکہ انہوں نے گھر چھوڑا، دیس چھوڑا، وطن چھوڑا، عزیز و اقارب چھوڑے اور سارا دن قرآن مجید اور حدیث مبارکہ پڑھنے میں مصروف رہتے ہیں، اگر اب بھی ان کے دلوں میں معرفت کی لذت نہیں آتی تو پھر کب آئے گی؟ اور اگر نہیں آتی تو کیوں نہیں آتی......؟ جواب یہ ہے کہ وہ سارا دن اپنے دل
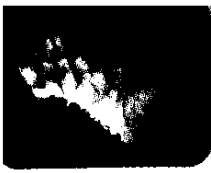
میں قرآن وحدیث کا نور اکٹھا کرتے ہیں اور عصر سے مغرب تک کے وقفے میں بازاروں میں نکل جاتے ہیں، وہاں بدنظری کے مرتکب ہوکر اور ہنسی مذاق کی الٹی سیدھی باتیں کر کے اس نور پر جھاڑو پھیر دیتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر طالب علم کو دوستی لگانے کا مرض ہے تو وہ کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو اس کی کشتی کبھی نہ کبھی بیچ دریا کے ڈوب جائے گی اور اگر طالب علم کتنا ہی غبی اور کند ذہن کیوں نہ ہو اگر اس کو دوستی لگانے کا مرض نہیں ہے تو کبھی نہ کبھی اس کی کشتی کنارے ضرور لگ جائے گی۔

اب آپ حصولِ علم کی غرض سے یہاں اساتذہ کے قدموں میں پہنچ چکے ہیں، آپ اپنے یہاں آنے کی قدر کریں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچیں۔

اہلِ نظر کی دعاؤں کی برکات:

جب انسان اللہ والوں کی نگاہوں میں آجاتا ہے تو گناہوں کی دلدل سے نکل جاتا ہے۔ ایک نوجوان سلسلۂ عالیہ میں بیعت ہوئے۔ وہ کہنے لگے کہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحان میں مسلسل تین سالوں سے فرسٹ آرہا تھا، مگر گناہ کبیرہ سے نہ بچ سکا، بیعت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمادی۔

جی ہاں! یہ نسبت کا نور ہوتا ہے، جو سینوں میں منتقل ہوتا ہے۔ یہ بڑوں کی دعائیں ہوتی ہیں، جو انسان کے گرد پہرہ دیتی ہیں۔

؎ دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

یہ اہلِ نظر کی دعائیں اور اہل ہمم کی ہمتیں ہوتی ہیں، وہ تہجد کے وقت اٹھ کر گڑ گڑا رہے
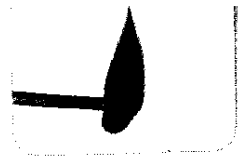
ہوتے ہیں اوران کے لیے دعا مانگ رہے ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کہاں کہاں کس کس کی دعاؤں کے صدقے گناہوں سے ہماری حفاظت فرمارہے ہوتے ہیں؟؟ یہی وجہ ہے کہ ہم گناہوں کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں، ہم ترکیبیں ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں، ہم گناہوں کا موقع تلاش کررہے ہوتے ہیں، مگر ہماری کوشش کے باوجود ہمیں گناہوں کا موقع نہیں ملتا۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے، یہ اللہ والوں کی دعاؤں کا کمال ہوتا ہے، جو وہ تہجد کے وقت سالکین کی ترقی کے لیے مانگ رہے ہوتے ہیں۔

خوفِ خدا ہو تو ایسا......!!!

آج ہم گناہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن ہمیں گناہ کا موقع نہیں ملتا، اس لیے گناہ نہیں کر پاتے۔ جب کہ ہمارے اسلاف ایسے متقی اور پرہیز گار ہوتے تھے کہ ان کو اگر گناہ کا موقع بھی ملتا تھا تو وہ خوفِ خدا کی وجہ سے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔

مثال کے طور پر......:

ایک تابعی کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو عیسائی بادشاہ نے قید کروادیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کو قتل کروادے، مگر اس کے وزیر نے کہا کہ نہیں، اس کے اندر بہادری اتنی ہے کہ اگر یہ کسی طرح ہمارے مذہب پر آجائے تو یہ ہماری فوج کا کمانڈر انچیف بنے گا، ایسا بندہ آپ کو کہاں سے مل سکے گا؟ اس نے کہا: میں اس کو اپنے مذہب پر لانے کی کوشش کرتا ہوں......اس کا خیال تھا کہ میں اس کو لالچ دوں گا تو یہ ہماری بات مان لے گا...... چنانچہ اس نے ان کو لالچ دیا کہ ہم تجھے سلطنت دیں گے، تم ہمارا مذہب قبول کرلو، مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی، جب انہوں نے کوئی توجہ ہی نہ دی تو وہ پریشانی کے عالم میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اس دوران اس کی نوجوان بیٹی نے پوچھا: ابا جان! آپ پریشان
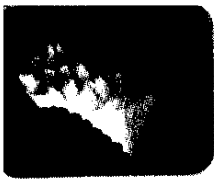
کیوں بیٹھے ہیں؟ اس نے کہا: بیٹی! یہ معاملہ ہے۔ وہ کہنے لگی: ابا جان! آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کو Track (راستہ) پر لاتی ہوں۔

چنانچہ بادشاہ نے انہیں ایک کمرے میں بند کروا دیا اور اس لڑکی سے کہا کہ تم اسے Track (راستہ) پر لے آؤ۔ اب وہ لڑکی اس کے لیے کھانا لاتی اور بن سنور کر سامنے آتی۔ اس کا یہ سب کچھ کرنے کا مقصد انہیں اپنی طرف مائل کرنا تھا۔ وہ لڑکی اس طرح چالیس دن تک کوشش کرتی رہی، مگر انہوں نے اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد وہ ان سے کہنے لگی کہ آپ کیسے انسان ہیں، دنیا کا ہر مرد، عورت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور میں اس قدر خوبصورت ہوں کہ ہزاروں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں اور میں تمہارے لیے روزانہ بن سنور کر آتی رہی، مگر تم نے تو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مرد نہیں ہے یا کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے غیر عورت کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے میں نے آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔

اس لڑکی نے کہا کہ جب تمہیں پروردگار کے ساتھ اتنی محبت ہے تو پھر ہمیں بھی کچھ تعلیمات دو۔ چنانچہ انہوں نے اس لڑکی کو دین کی باتیں سکھانا شروع کر دیں۔

؎ شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے

بالآخر وہ لڑکی اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے اس کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیا۔ وہ کلمہ پڑھ کر کہنے لگی کہ اب میں مسلمان ہوں، لہٰذا اب میں یہاں نہیں رہوں گی۔ بعد میں اس نے خود ہی ایک ترکیب بتائی جس کی وجہ سے ان تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قید سے نجات مل گئی اور وہ لڑکی خود بھی محلات کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ چلی گئی...... اللہ اکبر......!

حیرت کی بات ہے کہ ایک جوان لڑکی ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے چالیس دن تک تنہائی میں کوشش کرتی رہی، مگر انہوں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا......!! یا اللہ! ہمیں تو حیرانی ہوتی ہے...... فرشتوں کو بھی تعجب ہوتا ہوگا...... یہ کس لیے تھا؟ اس لیے کہ ان کا تزکیہ ہو چکا تھا اور نفس کے اندر سے گندگی نکل چکی تھی...... مگر آج نوجوانوں کی حالت ایسی ہے کہ وہ گناہ اس لیے نہیں کر پاتے کہ ان کو گناہ کا کوئی موقع نہیں ملتا، ورنہ اگر کوئی موقع مل جائے تو فوراً تیار ہو جائیں گے۔

اتنی پاکباز ہستیاں......!!!

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ''مکتوبات'' میں فرماتے ہیں کہ اس امت میں ایسی ایسی پاک باز ہستیاں بھی گزری ہیں جن کے گناہ لکھنے والے فرشتے کو بیس بیس سال تک گناہ لکھنے کا موقع ہی نہیں ملا......! اللہ اکبر......!

جب یہ حضرات ایسے نامۂ اعمال کو لے کر اللہ رب العزۃ کے حضور پیش ہوں گے اور دوسری طرف ہم ہوں گے کہ گناہ سے کوئی دن خالی نہیں ہوتا۔ حالانکہ سالک کے دل میں تو ہر وقت یہ غم ہونا چاہیے کہ میں نے اپنے وجود سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کرنی، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم رات کے وقت رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اے مالک! میں گناہوں سے نہیں بچ سکتا، آپ چاہیں تو مجھے بچا سکتے ہیں، آپ میری حفاظت فرمالیجیے۔

سچی پکی توبہ کا ارادہ کریں:

ہمارے مشائخ کے پاس جب بھی کوئی آتا ہے تو وہ سب سے پہلا کام ہی یہ کرواتے ہیں کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ لہٰذا آج کی اس محفل میں اپنے دل میں پکا ارادہ کرلیں کہ رب کریم! آج ہم اپنے سب گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ ہم نے یہ نیت کرلی تو سمجھ لیجیے کہ
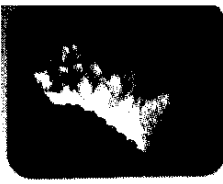
ہم نے اپنے دل کو دھولیا اور ہم نے اپنے آپ کو اللہ کے قریب کر دیا۔ ہم جب تک گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک اللہ رب العزۃ کا وصل نصیب نہیں ہوگا۔

بعض اوقات شیطان دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ تو فلاں گناہ نہیں چھوڑ سکتا، تو اپنے آپ کو سمجھائیں کہ اگر ہم گناہ نہیں چھوڑ سکتے تو اللہ تعالیٰ تو ہم سے گناہ چھڑوا سکتے ہیں، کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے:

((إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ، يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَآءُ))

''بے شک دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے دلوں کو پھیر دیتا ہے۔'' (أخرجہ الترمذی، جامع الاصول: ۷ / ۵۳)

اگر اللہ تعالیٰ نے دلوں کو پھیر دیا تو پھر گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ اس لیے توبہ کرنے کی سچی پکی نیت کر لیجیے اور گناہ کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیجیے۔ چاہے کوئی بندہ روز گناہ کرتا ہے، پھر بھی وہ توبہ کی نیت کر لے...... اس کے دو فائدے ہوں گے......: ایک فائدہ تو یہ کہ اس توبہ کی وجہ سے آج تک جتنے گناہ کیے وہ تو معاف ہو جائیں گے اور پچھلا حساب بے باق ہو جائے گا۔ یہ تو فائدہ ہے ہی سہی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ رب العزۃ مدد فرما کر آئندہ بھی گناہوں سے حفاظت فرما دیں گے۔ اول تو دو فائدے ملیں گے، ورنہ ایک فائدہ تو لازمی ملے گا، لہٰذا توبہ ایک ایسا عمل ہے جو ہر وقت کرتے رہنا چاہیے، تاکہ اس توبہ سے ہمارے سابقہ سب گناہ معاف ہو جائیں، ورنہ شیطان کئی دفعہ ورغلاتا ہے اور کہتا ہے:

''نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی''

شیطان طلباء کے ذہن میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ میں تو روزانہ گناہ کرتا ہوں، میں کیسے توبہ کر سکتا ہوں؟ بھئی! سچی بات یہ ہے کہ نو سو چوہے تو کیا، ہزار چوہے کھا کر بھی حج کو

جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ ہزار کو بھی معاف فرما دیں گے، کیونکہ مشائخ نے فرمایا ہے:

ع صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے! سو دفعہ توبہ کی، سو دفعہ توڑ بیٹھا تو اب بھی میرے در پہ آ جا، میرا در کھلا ہے، تُو توبہ کرے گا تو میں تیری توبہ قبول کرلوں گا۔

ہم تو ایسے سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ جیسے ہم نے بخشنا ہوتا ہے۔ اگر ہم نے کسی کو بخشنا ہوتا تو پھر واقعی ہم تو اتنی سی غلطی بھی معاف نہ کرتے۔ او خدا کے بندے! اللہ تعالیٰ نے بخشنا ہے اور اللہ رب العزۃ کی ذات بڑی رحیم و کریم ہے۔ بندے سے معافی مانگنی ہوتی تو یہ بڑا مشکل کام تھا، شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی ہوتی ہے۔ البتہ جو حقوق بندوں کے تلف کیے ہیں وہ تو بندوں سے ہی بخشوانے ہیں، لہٰذا اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے کسی کا دل دکھایا ہے اور کسی کا حق مارا ہے تو اس بندے سے معافی مانگ لیجیے، کیونکہ دنیا کی شرمندگی تھوڑی ہے اور آخرت کی شرمندگی بڑی اور بری ہے۔

ایک آدمی دکان پر اکاؤنٹ کا کام کرتا ہے۔ اس کو پتہ بھی ہے کہ آڈٹ والوں نے چیک کرنے آنا ہے اور وہ اپنی کتاب کو چیک ہی نہیں کرتا تو جس دن آڈٹ والے آئیں گے تو وہ جوتے ہی کھائے گا، لہٰذا اس کو چاہیے کہ وقت سے پہلے ہی اپنا حساب کتاب دیکھ لے کہ Figures (ہندسے) ایک دوسرے کے ساتھ ملتی بھی ہیں یا نہیں۔ جس طرح دکاندار وقت سے پہلے اپنے آڈٹ کے لیے تیار ہوتا ہے، اسی طرح ہم بھی اپنے قبر کے آڈٹ سے پہلے اپنے آپ کو تیار کرلیں۔ اور یہ بڑا آسان کام ہے، کیونکہ توبہ کرتے وقت کوئی Exercise (ورزش) تو نہیں کرنی ہوتی ...... اگر کوئی Exercise (ورزش) ہوتی کہ تم نے ڈنڈ بیٹھکیں نکالنی ہیں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی عذر کرتا کہ میں تو کمزور ہوں، لہٰذا نکال نہیں سکتا...... بھئی! توبہ کا تعلق تو دل کی نیت کے ساتھ ہے، اگر کوئی بندہ دل ہی میں نادم ہو جائے

گا تو اللہ تعالیٰ دل کی ندامت پر ہی اس کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

شرمندگی کی آگ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ (النساء:۱۲۳)

''جس نے بھی برائی کی اس کو اس کی سزا ملے گی۔''

اس کا مفہوم یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یا تو سزا دنیا میں ملے گی یا پھر آخرت میں ملے گی۔ دنیا کی سزا یہ ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے اس پر پریشانیاں ڈال دیں گے اور پھر گناہ کو معاف کردیں گے اور اگر پریشانیاں نہ ڈالیں تو پھر اگر وہ بندہ خود توبہ تائب ہو جائے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیں گے۔ یہ بھی تو ایک قسم کی سزا ہی ہے کہ ایک بندہ اپنے دل میں نادم و شرمندہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے۔

معلوم یہ ہوا کہ جس بندے نے بھی گناہ کیا اس کو دو میں سے ایک آگ میں جلنا پڑے گا۔ یا تو دنیا میں ندامت اور شرمندگی کی آگ میں جلے، اندر ہی اندر کڑھن ہو، ندامت ہو، معافی مانگ رہا ہو اور توبہ کر رہا ہو۔ اگر وہ دنیا میں ندامت کی آگ میں جلے گا تو اللہ تعالیٰ آخرت کی آگ سے محفوظ فرما لیں گے اور اگر دنیا میں نادم اور شرمندہ نہیں ہوگا تو ان گناہوں کی وجہ سے آخرت کی آگ میں جلنا پڑے گا۔

اب آسان طریقہ کون سا ہے......؟ دنیا میں نادم اور شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لینا زیادہ آسان ہے، کیونکہ ہم آخرت کی آگ میں جلنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہم تو ناز و نعمت کے پلے ہوئے بندے ہیں، ہم تو دھوپ کی گرمی برداشت نہیں کر سکتے، بھلا جہنم کی گرمی کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟ اس لیے عزیز طلباء! ہمیں چاہیے کہ ہم اسی وقت اپنے
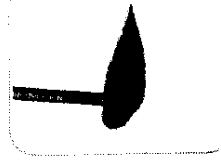
تمام گناہوں سے پکی سچی توبہ کرلیں اور دل میں شرمندگی ہو کہ اے میرے مالک! میں اب تک گناہ کرتا رہا، اب مجھے بات سمجھ میں آئی ہے کہ یہ گناہ تو نجاست ہیں اور انہوں نے میرے جسم کے اعضاء کو نجس بنا دیا ہے......اور واقعی اگر اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی بدبو کو ظاہر فرما دیتے تو ہمارے پاس تو کوئی بیٹھنا بھی پسند نہ کرتا۔ یہ تو پروردگار کی رحمت ہے کہ اس نے پردے ڈال دیے ہیں......اس لیے یہی دعا مانگیں کہ رب کریم! جس طرح آپ نے ہماری ظاہری نجاستوں کے اوپر پردے ڈال دیے ہیں اسی طرح ہماری باطنی نجاستوں پر بھی پردے ڈال دیجیے۔

عجیب وغریب سفارشی:

یاد رکھیں کہ اگر مکھی کے سر کے برابر بھی بندے کی آنکھوں میں سے آنسو اللہ کے خوف کی وجہ سے نکلے گا تو وہ اس بندے کے لیے کبھی نہ کبھی جہنم سے نکلنے کا سبب بن جائے گا......جہنم میں ایک جہنمی جل رہا ہوگا۔ وہ دیکھے گا کہ جنتی آئے ہیں اور انہوں نے اپنے واقف لوگوں کی سفارشیں کی ہیں اور جہنمیوں کو نکال دیا گیا ہے۔ اس بندے کا کوئی بھی ایسا واقف نہ ہوگا جو اس کی سفارش کرے۔ وہ اپنی بے بسی دیکھ کر پریشان ہوگا۔ جب کوئی بھی اس کی سفارش نہیں کرے گا تو اس بندے کی پلکوں کا ایک بال اللہ کے سامنے فریاد کرے گا اور کہے گا کہ اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بندہ ایک مرتبہ آپ کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوتے اپنے گناہوں کو یاد کر کے رویا تھا اور اس کی آنکھ سے اتنا چھوٹا سا آنسو نکلا تھا کہ میں اس سے تر ہو گیا تھا، لہٰذا آپ میری گواہی کو قبول کر لیجیے کہ یہ آپ سے ڈرنے والا بندہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرشتے سے فرمائیں گے کہ تم اعلان کر دو کہ ہم نے اس بال کی گواہی کو قبول کر کے اس بندے کو جہنم سے بری فرما دیا ہے۔ سبحان اللہ......!(تفسیر البحر المدید:۶/۲۴۱ سورۃ یس)
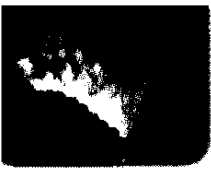
گناہ کے مواقع سے بچنے کی دعا:

اللہ کے حضور دعا مانگا کریں کہ اے اللہ! ہمیں گناہوں کے مواقع سے بھی بچا لیجیے۔

غمِ حیات کے سائے محیط نہ کرنا
کسی غریب کو دل کا غریب نہ کرنا
میں امتحان کے قابل نہیں میرے مولا!
مجھے گناہ کا موقع نصیب نہ کرنا

اللہ تعالیٰ ہی ہمیں گناہوں سے بچا سکتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ﴾

(یوسف: ۵۳)

''اور میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا نفس بالکل پاک صاف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نفس تو برائی کی تلقین کرتا ہی رہتا ہے، ہاں! میرا رب رحم فرمادے تو بات اور ہے (کہ اس صورت میں نفس کا کوئی داؤ نہیں چلتا)۔''

رب کا رحم کب ہوتا ہے......؟ جب بندہ خود بچنے کی کوشش کرے اور معاملہ اس کے سر کے اوپر پہنچ جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو بچا لیتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب گناہ کی دعوت ملی تھی تو انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس گناہ سے بچا لیا۔

دو عجیب دعائیں:

آپ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کریں کہ اے اللہ! شیطان مردود کو ہم سے دور کر دیجیے۔

چونکہ اللہ والے دعائیں مانگتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمادیا کرتے ہیں۔

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتی تھیں تو دو عجیب دعائیں مانگتی تھیں:

1. اے اللہ! رات آ گئی، ستارے چھٹک چکے، دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے، اللہ! تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے، میں تیرے در پر مغفرت کا سوال کرتی ہوں۔
2. اے اللہ! جس طرح آپ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے اسی طرح شیطان کو میرے اوپر مسلط ہونے سے روک دیجیے۔

جب انسان اس طرح اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت بھی فرماتے ہیں۔

توبہ کرتے وقت رونے کی فضیلت:

یاد رکھیں کہ توبہ کرتے وقت رونے کو معمولی نہ سمجھیں، بلکہ کوشش کریں کہ آنکھوں میں سے آنسو موتیوں کی طرح گرنے شروع ہو جائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی علیہ السلام کا وعظ سن رہے تھے۔ وعظ سنتے ہوئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ زاروقطار رونے لگ گئے۔ ان کی حالت دیکھ کر نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ آج اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح روئے ہیں کہ اگر آج یہاں ہر گناہ گار مومن پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر حاضر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اِن کی وجہ سے سب لوگوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتے۔ (شعب الایمان، حدیث:۷۸۹)

سچی بات عرض کروں کہ اگر نیکوں پر گنہگاروں کی توبہ کا اجر واضح ہو جائے تو وہ بھی گنہگاروں پر رشک کرنے لگ جائیں کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے گناہ کیے تھے، مگر ایسی توبہ کی کہ اللہ نے ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیا، بلکہ کئی خوش نصیب لوگ

ایسے خلوص سے توبہ کرتے ہیں کہ اگران کی توبہ کے ثواب کو پورے شہر کے گنہگاروں پر تقسیم کر دیا جائے تو اللہ رب العزۃ سب گنہگاروں کی مغفرت فرما دیں۔

سچی توبہ کی شرائط:

توبہ کے لیے یہی کافی نہیں کہ زبان سے کہہ دیا ''معافی'' تو معافی ہوگئی، بلکہ توبہ کی قبولیت کے لیے درج ذیل آداب و شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے:

① ندامت:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنے کیے ہوئے گناہوں پر نادم ہو، پشیمان ہو، اسے واقعی شرمندگی ہو کہ میں نے پروردگار کی نافرمانی کر کے برا کیا ہے، مجھ سے زیادہ نمک حرام اور ناشکرا کون ہے؟ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

② گناہ کو چھوڑ دے:

جن گناہوں سے توبہ کر رہا ہے انہیں فی الفور چھوڑ دے۔ اگر ابھی تک معصیت میں گرفتار ہے تو پھر توبہ کس بات کی؟ لہٰذا گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری ہے۔

③ آئندہ سے گناہ نہ کرنے کا ارادہ:

دل میں آئندہ سے گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ آئندہ میں اس گناہ کے پاس بھی نہیں پھٹکوں گا۔

توبہ کے بعد کرنے کے چار کام:

توبہ کی شرائط پوری کرنے کے بعد درج ذیل کام کرنے ضروری ہیں:

① حقوق العباد کی معافی:

یہ بات ذہن میں رکھیے کہ جو حقوق العباد ہوتے ہیں وہ فقط زبان کی توبہ سے معاف نہیں ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف فرما دیتے ہیں، لیکن بندوں کے حقوق بندوں کو ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جس پر ظلم کیا تھا اس سے معافی مانگے، جو مال چھینا تھا وہ واپس کردے، کسی کی غیبت کی تھی اس سے معافی مانگے، یا اگر کوئی بندہ ان میں سے فوت ہوگیا اور اس نے اس کے ساتھ ظلم کیا تھا تو اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کردے، تاکہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق والے کو دے دیں اور اسے معاف فرما دیں۔ تو حقوق العباد کی معافی کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ یہ نہیں کہ بس جی ہم حج پر گئے اور واپسی پر ہر چیز معاف ہوگئی، چاہے جاتے آتے ہم جو مرضی کرتے پھریں۔

② دل کو منفی جذبات سے خالی کرے:

پھر دوسرا کام یہ کرے کہ وہ اپنے دل کو حسد اور کینے سے خالی کرلے، کیونکہ جب گناہ سے توبہ کررہا ہو اور سینہ کینے سے بھرا ہوا ہو تو وہ توبہ بھلا کیا فائدہ دے گی؟ لہٰذا اس کے دل میں مؤمن کے بارے میں انتقام، نفرت اور دشمنی نہ رہے، وہ سب کو اللہ کے لیے معاف کردے۔

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ابھی ایک جنتی شخص تمہارے سامنے نمودار ہوگا۔ اگلے دن پھر نبی علیہ السلام نے ایسے ہی فرمایا۔ پھر جب تیسرا دن آیا تو پھر ایسے ہی فرمایا اور تینوں دن ایک ہی شخص نمودار ہوئے۔ سننے والے بہت حیران ہوئے، حتیٰ کہ ایک صاحب کے دل میں خیال آیا کہ میں پتہ تو کروں کہ اس کا کون سا خاص عمل ہے کہ اس کے لیے جنت کی

بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ اسے کہنے لگے: میرا جی چاہتا ہے کہ میں تین دن آپ کے گھر مہمان بنوں۔ انہوں نے کہا: ضرور تشریف لائیے۔ وہ ان کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے تین دن تک اس کو دیکھا، مگر ان کو کوئی خاص عمل نظر نہ آیا۔ جس طرح باقی لوگ تہجد اور دیگر نوافل پڑھتے تھے اسی طرح وہ بھی پڑھتے۔ ان کو کوئی انوکھی بات نظر نہ آئی۔ تین دن کے بعد انہوں نے پوچھا: میں نے نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے آپ کے بارے میں یہ الفاظ سنے تھے اور اسی لیے میں آپ کے ہاں مہمان بنا کہ مجھے آپ کے اندر وہ خاص عمل نظر آئے جس کی وجہ سے آپ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، لیکن مجھے تو آپ میں کوئی ایسا عمل نظر نہیں آیا، اگر کوئی ہے تو آپ خود ہی بتا دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا اور تو کوئی خاص عمل نہیں ہے، البتہ یہ ہے کہ جب میں رات کو بستر پر سونے کے لیے لیٹتا ہوں تو میں اپنے دل میں ایمان والوں کے بارے میں پائے جانے والے کینہ اور حسد کو اللہ کے لیے ختم کر دیتا ہوں۔ (مسند احمد، حدیث: ۱۳۶۹۷، مسند عبد بن حمید، حدیث: ۱۱۵۹)

فساق و فجار سے علیحدگی اختیار کرے:

اس کے بعد تیسرا کام یہ کرے کہ وہ فاسق و فاجر لوگوں سے ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہو جائے۔ ہم روزانہ وتر پڑھتے ہوئے دعائے قنوت میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں:

((وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ))

''اور (اے پروردگار!) ہم جدا ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر اس بندے کو جو فاسق و فاجر ہے۔''

ہم روزانہ رات کو عشاء کے وقت کھڑے ہو کر نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہاتھ باندھ کر وعدہ کرتے ہیں اور دن پھر انہی لوگوں کے ساتھ گزار رہے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں
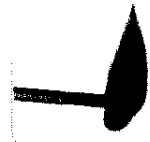
کہ اب ان سے کوئی تعلق ہی نہیں رہے گا، نہیں! بلکہ اس کے ساتھ دوستی ختم کر دے، لین دین کا معاملہ تو ہر ایک کے ساتھ کرنا ہی ہوتا ہے، وہ تو کافروں کے ساتھ بھی کرتے ہیں، مگر ایک ہوتا ہے دوستی کا تعلق اور قلب کا تعلق، وہ توڑ لے۔ اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اب اس کو سلام بھی کبھی نہیں کرنا، نہیں! بلکہ جو اصول شریعت نے بتا دیے ہیں ان کی حدود میں رہیں اور دل کی محبت کا جو تعلق تھا اس کو ختم کر لیں اور پرہیز گار لوگوں سے دوستی رکھیں۔ اگر پھر بھی بدکار لوگوں کے ساتھ صحبت رہے گی تو پھر توبہ قبول نہیں ہوگی اور وہ لوگ پھر گناہوں میں ملوّث کر دیں گے۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی گندی نالی میں پڑا ہو تو اس کے اوپر وہی پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کو نالی سے نکال کر پاک پانی میں ڈالیں تو پھر وہ صاف ہوگا۔ اسی طرح ہم اگر اپنے دل کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو فاسق و فاجر لوگوں کی گندی نالی سے اپنے آپ کو بچانا پڑے گا۔ پھر اگر اس پر اللہ کے ذکر کے چند قطرے پڑ جائیں گے تو یہ دل پاک اور صاف ہو جائے گا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے قول کا پاس کریں، جو ہم روزانہ اپنے پروردگار کے سامنے کہہ رہے ہوتے ہیں۔

④ مُکافاتِ عمل:

جب انسان گناہوں سے معافی مانگ لے تو ایک کام اور کرنا پڑے گا۔ وہ یہ کہ ان گناہوں کی مکافات کرے، یعنی جو گناہ کر بیٹھا تھا اب اس کی کمی کو پورا کرے۔ اس کے بدلے نیک اعمال کرے، مثال کے طور پر: اگر یہ آدمی غیر محرم پر نظر ڈالتا تھا اور سچی پکی توبہ کر چکا ہے تو اب وہ قرآن پر نظر ڈالے، تاکہ وہ نگاہ جو غلط استعمال ہوتی تھی اب وہ نگاہ

ٹھیک جگہ پر استعمال ہو رہی ہو۔ ماں باپ کے چہرے کو دیکھے تو محبت وعقیدت کے ساتھ دیکھے، تاکہ غیر محرم کی طرف دیکھنے کی نحوست ختم ہو جائے۔ اسی طرح اگر فرض کریں کہ کسی وقت مسجد میں جنابت (ناپاکی) کی حالت میں داخل ہو گیا تھا تو اب توبہ بھی کرے اور اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بھی بیٹھے، تاکہ وہ جو ناپاکی کی حالت میں داخل ہوا تھا اب اس کمی کو زیادہ عبادت کے ذریعے پورا کر دے۔ یا فرض کریں کہ ایک آدمی شراب سے توبہ کر لیتا ہے تو اسے چاہیے کہ اب پیاسوں کو پانی پلایا کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیں۔ غرضیکہ جو گناہ کیا کرتا تھا اس کے مناسب کوئی اور کام زیادہ کرے، تاکہ اس گناہ کا وبال اور ظلمت بالکل ختم ہو جائے۔ اگر اس نے مسلمانوں کو تنگ کیا تھا اور توبہ کر لی تو اب ان مسلمانوں پر احسان کرے، اسی صورت میں یہ توبہ، توبہ کہلائے گی۔ یہ نہیں ہے کہ زبان سے تو توبہ کر لی اور عمل میں کوئی تبدیلی بھی نہ آئی۔ اگر نمازیں اور روزے قضا کیے تو ایک تو ان کو ادا کرے اور جب ادا کر لے اور صاحبِ ترتیب بن جائے تو پھر نوافل کی کثرت کرے اور دعا کرے کہ یا اللہ! پہلے وقت پر عبادات نہیں کیں اب میں نفلی عبادات بھی کر رہا ہوں، کیونکہ میں توبہ تائب ہو چکا ہوں۔ جب انسان ان گناہوں کے مقابلے میں نیکیوں کی کوشش کرتا ہے تو پروردگار پھر اس کی توبہ سے خوش ہو کر اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔ سبحان اللہ......!

سچی توبہ کے چار انعامات:

جب بندہ توبۂ نصوح کر لیتا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ چار کام کرتے ہیں:

1. اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

((اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ.)) (نوادر الاصول: ۲/ ۳۴۹، احیاء علوم الدین: ۵/ ۲۷۴)
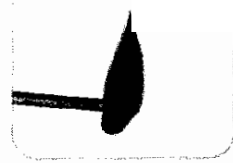
''گناہوں سے توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔''

② اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح مٹاتے ہیں کہ جیسے اس نے کبھی گناہ کیے ہی نہیں تھے۔حدیث پاک میں ہے:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ.))

''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔''(ابن ماجۃ،حدیث:۴۲۵۰ باب ذکر توبۃ)

③ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کر لیتا ہے،اس لیے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو آئندہ شیطان کے فریب اور ہتھکنڈوں سے بچا لیتے ہیں۔فرمایا:

﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾(الحجر:۴۲)

''یقین رکھ کہ جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔''

اس کا کیا مطلب......؟ کیا وہ فرشتہ بن گیا؟ کیا اس سے کوئی گناہ صادر ہی نہیں ہو سکتا؟......نہیں،نہیں......!!اس کا مطلب یہ ہے کہ اب بھی اس سے کوئی ایسا گناہ تو ہو سکتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے گر جائے یا اسے اللہ کے دربار سے دُھتکار دیا جائے،لیکن اگر اس سے کوئی چھوٹی موٹی خطا ہوئی بھی تو فوراً اس سے توبہ کر کے معافی مانگ لے گا۔

④ ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ اس کی موت سے پہلے فرشتوں کو بھیج کر اس کے اچھے انجام کی خوشخبری سنا دیتے ہیں۔فرمایا:

﴿تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾(حٰم السجدۃ:۳۰)

''ان پر بے شک فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اتریں گے کہ نہ کوئی خوف دل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو، اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

اللہ رب العزت ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرما دے۔ (آمین)

میرے دوستو! توبہ کرتے رہیے، کرتے رہیے، حتیٰ کہ اتنی بار توبہ کیجیے کہ شیطان تھک جائے اور یہ کہے کہ یہ کیسا بندہ ہے کہ میں بار بار محنت کر کے گناہ کرواتا ہوں اور یہ توبہ کر کے سب پر پانی پھیر دیتا ہے!؟ یہ بھی یاد رکھیں کہ انسان اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرے۔

ایک شرابی کی بخشش کا واقعہ:

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سوئے ہوئے تھے۔ ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے پڑوسی کا جنازہ تیار ہے، تم جا کر اس کا جنازہ پڑھو۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ ان کا پڑوسی بڑا شرابی بندہ تھا۔ اب وہ اٹھ تو بیٹھے، لیکن بڑے حیران تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے خواب میں فرمایا گیا کہ جاؤ! اس کی نمازِ جنازہ پڑھ کے آؤ۔ پھر ان کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی وجہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پچھوایا کہ اس کو موت کس حال میں آئی؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک غافل سا بندہ تھا، لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کر رہا تھا:

''اے دنیا و آخرت کے مالک! اس شخص پر رحم فرما جس کے پاس نہ دنیا ہے، نہ آخرت ہے۔''

اس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا...... سبحان اللہ!
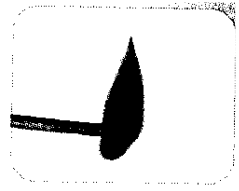
ایک عورت کی بے مثال توبہ:

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے دور میں ایک عورت کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھی۔ کسی کو اس کا پتہ بھی نہیں تھا۔ یہ معاملہ اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ احساس ڈالا کہ دنیا کی تکلیف تھوڑی ہے اور آخرت کی زیادہ ہے اور دنیا کی ذلت تھوڑی ہے اور آخرت کی زیادہ ہے، لہٰذا مجھے چاہیے کہ میں اپنے اس گناہ کو دنیا میں ہی پاک صاف کرواجاؤں۔ چنانچہ وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوٹ جاؤ۔ وہ چلی گئی۔ پھر جب اگلا دن آیا تو وہ پھر آ گئی اور اس نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے اور وہ گناہ میرے پیٹ میں پل رہا ہے، اب میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھ پر حد جاری کر کے مجھے اس گناہ سے پاک فرمادیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ابھی جاؤ اور جب وضع حمل ہو جائے تو پھر آنا۔ چنانچہ وہ چلی گئی۔

جب بچے کی پیدائش ہوگئی تو وہ بچے کو لے کر پھر آئی اور پھر عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے نبی! اب آپ مجھ پر حد جاری کیجیے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی اس بچے کو دودھ پلاؤ۔ چنانچہ وہ پھر واپس چلی گئی۔

دودھ پلانے کی مدت گزرنے کے بعد وہ پھر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اب کی بار جب وہ آئی تو بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، جسے وہ کھا رہا تھا...... وہ بتانا چاہتی تھی کہ اب یہ میرے دودھ کا محتاج نہیں رہا...... اب اس پر حد جاری کی گئی۔

غور کیجیے کہ اس نے وضع حمل سے پہلے اپنے گناہ کا اقرار کیا، پھر کچھ عرصہ دودھ پلانے کے بھی گزرے، مگر اس میں ایسی استقامت تھی کہ وہ بار بار آتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس

کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ میں دنیا میں ہی اس بوجھ سے پاک ہو جاؤں۔ چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا...... سنگسار کرتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اس کے خون کا ایک قطرہ ٹپک پڑا تو انہوں نے اس عورت کو برا بھلا کہا۔ جب نبی علیہ السلام نے سنا تو فرمایا: اے خالد!

((مَهْلًا يَا خَالِدُ! فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ.)) (ابوداؤد، حدیث: ۴۴۴۴، مسند احمد، حدیث: ۲۲۹۴۹)

''ٹھہرو اے خالد! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ بھتہ خور بھی کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتا۔''

ایک واقعہ:

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے، فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک گلی میں سے گزر رہا تھا۔ ایک دروازہ کھلا، میں نے دیکھا کہ کوئی آٹھ نو سال کا بچہ ہے اور اس کی ماں اس سے خفا ہو کر اس کو تھپڑ لگا رہی ہے، اس کو دھکے دے رہی ہے، کہہ رہی ہے: تو نافرمان بن گیا ہے، میری کوئی بات نہیں سنتا، کوئی کام نہیں کرتا، دفع ہو جا (چلا جا) یہاں سے۔ یہ کہہ کر ماں نے جو دھکا دیا تو وہ بچہ گھر سے باہر آ گیا۔ فرماتے ہیں کہ ماں نے تو کنڈی لگا لی، اب میں وہیں کھڑا رہ گیا کہ دیکھوں اب ہوتا کیا ہے؟ فرماتے ہیں: بچہ رو رہا تھا، چونکہ مار پڑی تھی، خیر! وہ اٹھا اور کچھ سوچتا سوچتا ایک طرف کو چلنے لگا، چلتے چلتے وہ ایک گلی کے موڑ پر پہنچا، وہاں کھڑے ہو کر وہ کچھ سوچتا رہا اور سوچنے کے بعد اس نے پھر واپس آنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے اپنے گھر کے دروازے پر آ گرا اور آ کر بیٹھ گیا، تھکا ہوا تھا، رو بھی کافی دیر سے رہا تھا، دہلیز پر سر رکھا، نیند آ گئی، وہیں سو گیا۔ چنانچہ کافی دیر
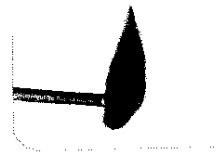
کے بعد اس کی والدہ نے کسی کام کے لیے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا اسی دہلیز پر سر رکھے پڑا ہوا ہے۔ والدہ کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، وہ پھر ناراض ہونے لگی اور کہنے لگی: چلا جا یہاں سے، دور ہو جا میری نگاہوں سے، جب اس نے پھر اسے ڈانٹا تو اب وہ بچہ کھڑا ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے، کہنے لگا: امی! جب آپ نے گھر سے دھتکار دیا تھا تو میں نے سوچا تھا کہ میں چلا جاؤں گا، میں بازار جا کر بھیک مانگ لوں گا، مجھے کچھ نہ کچھ کھانے کو مل جائے گا، امی! میں نے سوچا تھا کہ میں کسی کے جوتے صاف کر دیا کروں گا، کچھ کھانے کو مل جائے گا، امی! میں کسی کے گھر کا نوکر بن کر رہ لوں گا، مجھے جگہ بھی مل جائے گی، مجھے کھانا بھی مل جائے گا۔ امی! یہ سوچ کر میں گلی کے اس موڑ تک چلا گیا تھا، مجھے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے دنیا کی سب نعمتیں مل جائیں گی، لیکن امی! جو محبت مجھے آپ دے سکتی ہیں یہ محبت مجھے کہیں نہیں مل سکتی۔ امی! یہ سوچ کر میں واپس آ گیا ہوں، امی! میں اسی در پر پڑا ہوں، تو مجھے دھکے دے یا مارے، میں کہیں نہیں جا سکتا، جب اس بچے نے یہ بات کہی، ماں کی مامتا جوش میں آ گئی، اس نے بچے کو سینے سے لگایا اور کہا: میرے بیٹے! اگر تیرے دل میں یہ کیفیت ہے کہ جو محبت تجھے میں دے سکتی ہوں وہ کوئی نہیں دے سکتا، تو میرے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں: جب گنہگار بندہ اس احساس کے ساتھ رب کے دروازے پر آتا ہے اور کہتا ہے:

ے اِلٰهی! عَبدُکَ العَاصِی اَتَاکَ
مُقِرًّا بِالذُّنُوبِ وَ قَدْ دَعَاکَ

''اللہ! تیرا گنہگار بندہ تیرے در پر حاضر ہے، گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے آپ سے

فریاد کرتا ہے۔''

؎ فَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَاکَ اَهْلُ
فَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ یَّرْحَمْ سِوَاکَ؟
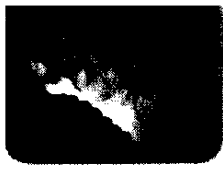
''اللہ! اگر آپ معاف کردیں تو یہ بات آپ کو سجتی ہے، اگر آپ ہی دھکا دے دیں تو آپ کے سوا کون ہے ہم پر رحم کرنے والا؟''

تو جب انسان اس طرح اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے پھر پروردگار اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ رب کریم! ہم پر احسان فرمایئے، سچی توبہ کی توفیق عطا فرمایئے اور آئندہ کی زندگی کو گزری ہوئی زندگی کا کفارہ بنا دیجیے اور آنے والے وقت کو گزرے ہوئے وقت سے بہتر فرمادیجیے۔ (آمین)

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

مکتبۃ الفقیر کی کتب ملنے کے مراکز

معہد الفقیر الاسلامی ٹوبہ روڈ، بائی پاس جھنگ 0315-2402102

مکتبۃ الفقیر بالمقابل رنگون ہال، بہادر آباد کراچی 0345-2331357 (اعجاز)

دارالمطالعہ، نزد پرانی ٹینکی، حاصل پور 0622442059,0300-7853059

مکتبہ سید احمد شہید لاہور اردو بازار 042-37228272

ادارہ اسلامیات، 190 انارکلی لاہور 042-37353255

مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور 042-37224228

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان 061-544965

مکتبہ دارالاخلاص قصہ خوانی بازار پشاور 091-2567539

دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی 021-2213768

علمی کتاب گھر اوجا روڈ، اردو بازار، کراچی 021-32634097

حضرت مولانا گل رئیس صاحب، حضرت قاری سلیمان صاحب (مدظلہم) دارالہدی بنوں

حضرت مولانا قاسم منصور صاحب ٹیپو مارکیٹ، مسجد اسامہ بن زید، اسلام آباد 0332-5426392

جامعۃ الصالحات، محبوب سٹریٹ، ڈھوک مستقیم روڈ، پیرودھائی موڑ پشاور روڈ، راولپنڈی 051-5462347

ادارہ تالیفات اشرفیہ فوارہ چوک ملتان 061-4540513 0322-6180738

مکتبہ سید احمد شہید جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک 0923-630964

223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003,0300-9652292
041-2649680,03228669680
AlFaqeerFsd@Yahoo.Com

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

کی علمی، ادبی اور اصلاحی تصنیفات